اس نام سے شروع جو قابلیت دیتا ہے اور کامیابی بھی

''کیسی جیت، کیسی مات''

میری فلائٹ لیٹ ہو رہی تھی اور میں ایئر پورٹ پر اپنا سامان گھسیٹتے ہوئے بھاگ رہا تھا کیونکہ بار بار میرے نام کی اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی۔

آ رہا ہوں یار!''

میں ایسے چلایا جیسے رن وے پر دوڑتا ہوا جہاز' اپنی رفتار دھیمی کر لے گا اور ایئر ہوسٹس دروازے میں لٹک کر کہے گی'

تھوڑا تیز بھاگو..... ہاتھ دو' ہاتھ دو..... ہاں اب بس کود جاؤ.....

اور میں بس کود گیا..... کاؤنٹر سے پیپرز چیک کرواتے' تیزی سے پیچھے پلٹتے خوش بختی سے بدبختی کی طرف.....

اس کے بیگ پر..... امی ی ی ی ی.....

یہ آواز بیگ پر گرنے کے بعد نکلی تھی۔ اس سے پہلے میں اس لڑکی سے ٹکرایا تھا' جس کے گھونسلا بالوں میں سے اس کی شکل ڈھونڈ کر دیکھنی پڑتی تھی۔ میں لڑھکڑا کر گر گیا' وہ مجھے لڑھکڑا کر سنبھل کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے ہیل (hell) میں جھونک کر وہ واٹ دا ہیل بڑبڑاتی ہوئی اپنے گھونسلے میں سے متوقع انڈوں یا چوزوں کو تلاش کرنے لگی اور میں وہ آنکھ جو چند سیکنڈ پہلے تک تو سب کچھ صاف دکھا رہی تھی لیکن اب اس نے ایئر پورٹ ورلڈ کو' بلڈ ورلڈ میں بدل دیا تھا..... ایسا کیوں.....

کیونکہ میں منہ کے بل کسی ہتھیار پر گرا تھا..... یقیناً کوئی خونی آلہ..... ورنہ جنونی آلہ.....

اس کا ہینڈ بیگ..... اتنا بڑا کہ پورے پانچ کلو آم' ایک کلو برف' چار پلیٹیں اور دس چمچ اس میں آ سکتے تھے۔ یہ اندر کی بات تھی' باہر کی بات یہ تھی کہ اسے اتنی کیلوں' زنجیروں' شمشیروں' سے سجایا گیا تھا کہ اگر وہ بیگ نہ ہوتا تو نیشنل جیوگرافی کی اگلی ''قدیم جنگی آلات'' سیزن کی پہلی ڈاکومنٹری کا موضوع ہوتا.....

وہ موضوع بنے گا یا نہیں' میں وہاں موجود ہر آنکھ کی بینائی کو موضوع بن گیا تھا۔

''میری آنکھ..... مجھے دکھائی نہیں دے رہا..... امی ی ی ی.....''

جب میں آنکھ مسلتا ہوا' کراہتا' واویلا مچاتا ہوا کھڑا ہوا تو ایک ساتھ کئی لوگوں نے بھی چیخیں مار دی۔

کیوں؟

کیونکہ میری آنکھ سے خون نکل رہا تھا اور میں کسی خونی بلا کی طرح' ادھر ادھر جھول رہا تھا۔ نتیجے میں جیسے بھینسا سرخ کپڑا دیکھ کر بے قابو ہو جاتا ہے نا' ایسے ہی وہاں موجود سب بچے مجھے دیکھ کر دیوانے مستانے ہو گئے کہ ان کی چیخوں سے ایئر پورٹ اپنی اونچی چھت تک

کانوں سے بہرا ہو گیا.....اور میں.....کانا.....

وہ خون میری آنکھ سے تین دن تک نکلتا رہا۔ میری امریکہ جانے والی فلائٹ مجھے لیے بغیر اکیلی ہی چلی گئی کیونکہ میں ایئر پورٹ پر ہی بے ہوش ہو چکا تھا اور مجھے ایمرجنسی میں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا۔ میرے گھر والے جن کے ہاتھ ''بائے بائے'' کرتے ابھی تھمے ہی تھے کہ وہ ''ہائے ہائے'' کرتے دہائی دینے لگے۔ میری دادی نے البتہ ہائے ہائے نہیں کیا.....بے ہوش سے پہلے انہوں نے بس اتنا کہا.....

''لڑکے کی آنکھ گئی.....کانا ہو گیا بس اب یہ.....اب اسے کون لڑکی دے گا.....''

کوئی لڑکی دے نا دے' مجھے بندوق کی گولی ضرور دے کہ میں اس لڑکی کو مار سکوں۔

جس دن میری آنکھ کی پٹی کھلی اس دن ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں کے سامنے لہرا۔

''یہ کیا ہے احد.....؟''

''یہ آپ کے دو ہاتھ ہیں سر.....''

''یہ دو نہیں ایک ہاتھ ہے.....'' دادی اور ضبط نہیں کر سکیں۔ ''گئی بس اس کی آنکھ.....''

''دس منٹ آنکھیں بند رکھو احد! پھر دیکھو.....اور پرسکون رہو.....آپ خاموش رہیں خاتون۔''

''یہ آپ کے چار ہاتھ ہیں ڈاکٹر.....''

پرسکون رہ کر' دس منٹ بعد دیکھا تو دوسروں' چار آنکھوں' والا ڈاکٹر میرے سامنے اپنی بیس انگلیاں لہرا رہا تھا۔ کیا میرے کانا ہوتے ہی لوگوں نے.....دو دو سر لگوا لیے.....اتنی ترقی.....اتنی جلدی.....واللہ.....

ایک ماہ' دس دن بعد میں پرانا ہو کر یونیورسٹی جا سکا۔ ساری دنیا کے مزے مزے کے کارنامے ہو ہو کر بند ہو چکے تھے۔ سینئرز نے جتنا فریشر کو الو بنانا تھا' بنا لیا تھا' اب میں الو کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

فرسٹ ڈے.....فریشر ڈے.....یہ دن میرے نصیب میں باسی ہو کر بھی نہیں آیا۔

بائیں آنکھ اندھی ہونے سے بچ گئی تھی لیکن اس آنکھ کو رات کو کم دکھائی دیتا تھا۔ شروع میں مجھے دو سے تین نظر آتے تھے' علاج کے بعد تین سے چھ ہو گئے.....قصور پاکستانی ڈاکٹروں کا نہیں تھا' قصور تو اس کیل کا تھا جو میری آنکھ کے عدسے میں لگی تھی اور اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔

اس اکیلی آنکھ کے لیے مجھے دوسری آنکھ پر بھی چشمہ چڑھانا پڑا۔ نقصان ایک کا ہوا تھا' سزا دونوں کو ملی تھی۔

عینک.....یعنی چشماں پر چچ چچ.....چشمہ.....

اب اسے کتنا بھی ڈیسنٹ' شریف' نیک' فیشن ایبل' بنا لیا جائے یعنی آئی گلاسز' ریڈنگ گلاسز' سٹڈی گلاسز' کہہ لیا' مان لیا' منوا لیا۔ لیکن اس کے ''تکلیف استعمال'' میں کوئی کمی نہیں آتی۔ گول شیشوں کی دو عدد کھڑکیاں' جن کی دھند بار بار صاف کرنی پڑتی ہے' اور ناک سے اوپر اٹھا کر رکھنے کے لیے اپنے ہاتھوں کو فارغت سے اٹھانا پڑتا ہے۔ مجھے عادت نہیں تھی تو میں نے ناک کے کنارے پر کرسٹل ٹیپ کا چھوٹا

سا گولہ بنا کر چپکا لیا تھا' وہاں عینک کوڑکا کر رکھتا تھا۔ عینک تو وہاں ٹکی رہتی تھی لیکن میری ناک ''پھوں پھوں'' کرتی تھی۔ کرتی رہے' اب میں کس کس کے نازنخرے اٹھاؤں۔

''ویسے ہی شکل اماوس کا چاند تھی' اوپر سے یہ دو ٹائر بھی چڑھ گئے۔''

ایک دن دادی نے کہہ دیا۔ دادی کو عادت ہے سچ بولنے کی' وہ اتنا سچ بولتی ہیں کہ ایک دن باتوں ہی باتوں میں اپنی اصل عمر بھی بتا گئیں۔ خاندان کی دوسری دادیوں کے بقول میری دادی تھیں تو ساٹھ سے کہیں اوپر کی لیکن بتاتی پھرتی تھی کہ ابھی تو ساٹھ کا ہونے میں کئی سال ہیں۔ اور اصل میں دادی کے ستر کا ہونے میں صرف ایک سال بچا تھا۔

خیر تو اگلے ہی دن میں نے دونوں کالے ٹائر بدلوا لیے کہ وہ ٹائر کم اور ٹائیگر وڈ کے گولف بال زیادہ لگیں۔ لیکن پھر بھی میں جب جب شیشہ دیکھتا' مجھے یہ احساس ہوتا کہ دو عدد ٹائر' میری آنکھیں کچل رہے ہیں۔ اصولاً تو مجھے اس لڑکی کا سر کچل دینا چاہیے تھا جو اپنے ساتھ ایسا ہٹلرانہ بیگ لے کر گھوم رہی تھی۔

میں حیران ہوں کہ آج کل فیشن کے نام پر ہو کیا کیا رہا ہے۔ اب کیل کانٹوں' زنجیروں سے فیشن کیا جائے گا۔ اور یہ کون سے ڈیزائنر ہیں جو ایسے بیگ بنا کر برانڈ کے نام پر دہشت پھیلا رہے ہیں۔ یا لڑکی خود لوہار بنی' اپنے یہ شوق پورے کر رہی ہے۔

میں اس لڑکی سے یہ سب ضرور پوچھوں گا' جب کبھی وہ مجھے نظر آ گئی۔ لیکن چونکہ عموماً قاتل ہمیشہ روپوش رہتا ہے تو میرا قاتل بھی روپوش تھا۔ اور مقتول کی روح ہمیشہ بے چین رہتی ہے اور ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہے تو میری روح کا بھی بس یہی کام تھا..... عینک کی تلاش میں یہاں وہاں بھٹکنا' اور..... اور..... دو سے تین..... اور کبھی تین سے چھ سروں والوں کو دیکھنا.....

میرا شیر دل..... ایسے مناظر پر ٹڈی ہو جاتا ہے..... تب بھی جب میں خود کو ہی آئینے میں دیکھ لیتا ہوں.....

☆ ☆ ☆

میں کاؤنٹر سے اپنی ٹکٹ چیک کروا کر پلٹی ہی تھی کہ وہ مجھ سے ٹکرا گیا' اور میں گرتے گرتے بچی لیکن وہ بچتے بچتے گر ہی گیا۔

اس لڑکے کو کیا ہوا؟

جب وہ لڑکا اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا جا رہا تھا' تو بابا ریسٹ روم سے میری طرف آتے ہوئے بولے' اور کہانی کو اپنی مرضی کا رخ دینے کے لیے میں نے جھوٹ بولنے میں تامل کرنا نالائقی سمجھا۔

''وہ مجھ سے بدتمیزی کر رہا تھا' میں نے یہ بیگ گھما کر اس کے سر پر دے مارا..... ایسے.....''

''کیا واقعی؟'' خوشی سے بابا کی آواز کانپنے لگی۔

''اگر سکیورٹی والے نہ آ جاتے تو وہ اسٹریچر پر جانے کے قابل بھی نہ رہتا۔'' میں نے اپنی قابلیت کا قابلانہ مظاہرہ کیا

''کیا کہہ رہا تھا تم سے.....''

''سویٹ ہارٹ کہہ رہا تھا..... نمبر مانگ رہا تھا.....''

''الو کا پٹھا..... مجھے آواز کیوں نہیں دی.....''

''کیوں دیتی آواز' جب آپ نے ایسے ہی کسی وقت کے لیے مجھے گوریلا ٹریننگ دی ہوئی ہے۔ پھر یہ بیگ بہت کام کا ہے۔''

''فخر کرو اپنے باپ پر شزا! اگر میں نے آج تمہیں وہ سب نا سیکھایا ہوتا' تو تم ایسے لفنگوں سے ڈر ڈر کر رہتی۔''

ڈر ڈر کر' منہ بنا بنا کر میں نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ بابا کو یہ وہم لاحق تھا کہ دنیا کا ہر شخص مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہر شخص' لچا ہے' لفنگا' بدمعاش' اور بدزات ہے۔ تو ایسے لفنگوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے مجھے ٹریننگ دی جانی چاہیے جو برے وقت میں میرے کام آسکے۔

براوقت باہر سے تو مجھ پر کبھی نہیں آیا اور گھر کے اندر کا براوقت کبھی ٹلا نہیں۔ پہلے مجھے کراٹے سیکھائے گئے' پھر باکسنگ۔ گو بابا کو میرے محمد علی کلے بننے پر پورا یقین تھا' اور وہ خواب میں مجھے لیلی علی کے مقابل مقابلہ کرتے دیکھ بھی چکے تھے لیکن وہ شزا ہی کیا جو محمد علی بن کر لیلی علی کے دانت توڑ ڈالتی۔ میں دو مہینوں میں ہی بابا کے بظاہر سیدھے سادھے پنچ کھا کر' ڈھیر ہوگئی۔ اور تین مہینے تک بیماری کا ڈرامہ' بناوقفے' اور پاز کے جاری رکھے رہی.....تب کہیں جا کر' لیلی علی ہمارے گھر سے رخصت ہوئیں۔

اب بابا مجھے کچھ ٹرکس سیکھانے لگے جن کی مدد سے میں ایمرجنسی میں اپنا دفاع کر سکتی ہوں۔ ان ٹرکس میں سب سے سادہ ٹرک یہ تھا کہ کیسے میں کرنٹ کی وائر کو پیچھے سے پکڑ کر کسی کے بھی ناک' کان' میں گھسیڑ سکتی ہوں۔ گو یہ ٹرک سیکھاتے ہوئے' دو بار انہیں اور پورے چودہ بار مجھے کرنٹ لگ چکا تھا لیکن میں سیکھوں گی نہیں تو دفاع کیسے کروں گی۔ چھوٹی بڑی چوٹیں تو کھیل کا حصہ ہوتی ہیں۔ گو اس حصے داری میں میرا کچھ زیادہ ہی حصہ نکل آتا تھا لیکن بابا دھن کے بہت پکے تھے۔

میرے پاس کھیلنے کے لیے وقت نہیں تھا' کیونکہ مجھے سیکھنے سے ہی فرصت نہیں تھی۔ ویسے بابا نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا مجھے کنگ فو پانڈا بنانے میں' لیکن میں نے بھی ایک کک مار کر نہیں دی۔ آخر وہ سمجھ گئے کہ میں کھوتا تو بن سکتی ہوں لیکن' گوریلا نہیں۔ تو کھوتے نے جب امریکن یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تو بابا نے بھی امریکن ویزے کے لیے اپلائی کر دیا۔ وہ کچھ عرصہ وہاں میرے ساتھ رہ کر ماحول دیکھنا چاہتے تھے۔

میں اچھی طرح سے جانتی تھی کہ وہ ماحول دیکھنے نہیں' میرے ساتھ وہاں دو سال گزارنے جا رہے ہیں تا کہ میری نگرانی کر سکیں اور ضرورت پڑنے پر دفاع۔

دفاع میں نے ایئرپورٹ پر کر لیا تھا۔ بے چارے کا چہرہ خون سے بھر گیا تھا اور بابا کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

''کوئی امریکی تمہیں ہاتھ لگائے تو ایسے ہی منہ توڑ دینا اس کا.....''

''میں ان کے منہ تو نہیں لگوں گی لیکن میں ان کی ٹانگیں توڑنا پسند کروں گی۔''

گو یہ اتنا آسان تو نہیں تھا لیکن ایسا مشکل بھی نہیں رہا تھا۔ ایئرپورٹ پر ہوئے حادثے نے بابا کو کچھ کچھ یقین دلا دیا تھا کہ ضرور ''اس کھوتے'' میں تھوڑا بہت گوریلا جاگ اٹھا ہے۔ اس لیے دو مہینے میرے ساتھ امریکا رہ کر وہ پاکستان واپس چلے گئے۔ مجھے بابا سے بہت

محبت ہے لیکن میں کیا کروں' میں کرنٹ کھا کھا کر تنگ آ چکی ہوں۔ اور ہر بار اس لوہے کے شکنجے میں' میں اپنا ہی ہاتھ پھنسا لیتی ہوں''، جس میں مجھے کسی لفنگے کی گردن دینی ہے.....اور.....اور.....

کہاں تک سنیں گے.....کہاں تک سناؤں.....کہ زخم ہزاروں اور آہیں بڑی ہیں.....

وہ لڑکا میری لیے لکی تھا۔ دل ہی دل میں نے اس لڑکے کو بہت دعائیں دیں تھیں' لیکن مجھے ہنسی بھی آتی رہی تھی۔ قصور میرا نہیں تھا' قصور اس کا بھی نہیں تھا لیکن فائدہ صرف میرا ہوا۔ جہاں تک میرا خیال ہے' جس آنکھ سے خون نکل رہا تھا' وہ آنکھ تو آنکھ سے گئی۔ اتنا تو چلتا ہے.....کچھ پانے کے لیے کچھ ''کانا'' تو کرنا پڑتا ہے.....ویسے میں اتنی ظالم نہیں ہوں' لیکن کیا کروں' میں اپنی سہیلیوں کی برتھ ڈے پارٹی میں جانے والی وہ واحد بچی ہوتی تھی' جس کے پاپا بھی ساتھ ہوتے تھے' اور مجھے ہوشیاری سے آس پاس نظر رکھنے کے لیے کہتے رہتے تھے۔ ایک بار تو گڑیا کی شادی میں بھی پاپا میرے ساتھ ساتھ تھے.....ایسی دکھیاری بچی اگر اپنی خوشی کے لیے تھوڑی بہت ظالم ہو جاتی ہے تو یہ اس کا حق بنتا ہے۔

یہ بیگ وہ کسی شاپنگ مال سے نہیں بلکہ ''بے کار کے مال'' کے گودام سے ڈھونڈ کر لائے تھے۔ ویسے تو وہ کیل' کانٹوں' زنجیروں' شمشیروں سے فیضاب تھا ہی لیکن سب سے زیادہ حیرت مجھے گھوڑے کی نعل دیکھ کر ہوئی۔

''یہ کیا ہے.....یہ تو گھوڑے کے پیروں پر نہیں لگتا؟''

''ہاں تو پھر؟ جب یہ کسی لفنگے کے منہ پر لگے گا نا تو اسے دکھائی دینا بند ہو جائے گا۔ سر گھوم جائے گا اس کا۔''

سر گھوم گیا میرا۔ ''یہ بیگ آپ کس لوہار' ہتھیار فروش سے بنوا کر لائیں ہیں؟''

''بدتمیزی نہ کرو.....ٹھیک ہے یہ تھوڑا اسپیشل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ فیشن ایبل نہیں ہے۔''

فیشن ایبل تو نہیں البتہ وہ ''قاتل ایبل'' ضرور لگ رہا تھا۔ بابا کو نہ جانے کیوں یہ لگتا تھا کہ ان کی اکلوتی بیٹی' اپنی اکلوتی ٹانگوں کو' ایڑیوں پر گھما کر' کسی کا سر گھما سکتی ہے۔ بھلا مجھ جیسی تتلی سی نازک لڑکی کو ایسے محنتانہ کام کرنا زیب دیتا ہے۔ گو میرے ہاتھ' پیر' بچپن سے اب تک کی کنگ فو مشقوں سے' مزدورانہ ہو چکے تھے لیکن میں ابھی بھی خود کو گلاب کی پنکھاڑی بنانے پر تلی ہوئی تھی۔

ویسے بھی دونوں ہاتھوں کو منہ پر رکھ کر' حلق پھاڑ کر ''مدد' مدد' چلانے میں میرا جاتا ہی کیا تھا۔ اور ابھی دنیا اتنی بھی غیر محفوظ نہیں ہوئی جتنا خبروں اور فلموں میں دکھایا جاتا ہے۔ ٹھیک ہے بدمعاشوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے لیکن یہ بھی تو سوچیں نا کہ مجھ جیسے شریف اور معصوم لوگوں کا ایسا بھی کوئی قحط نہیں پڑ گیا۔ ہم اچھے لوگ ابھی بھی میسر ہیں.....

☆ ☆ ☆

کیا ہی اچھا ہوتا کہ اچھے لوگ ایک الگ پلانٹ' اور برے لوگ' کروڑوں نوری سال کے فاصلے پر کسی گندے سے پلانٹ پر الگ تھلگ رہتے۔ اب ایسا نہیں ہوا تھا اور اچھے اور برے لوگ ایک ہی پلانٹ پر تھے تو.....

یہ جدید کاروں کی نمائش تھی' جس میں ہم سب کلاس فیلوز آئے تھے۔ نہ ہمیں کار لینی تھی' نہ ہمیں کوئی تحقیقی مقالہ تحریر کرنا تھا۔ ہم بس

ان ٹاپ ماڈلز کو قریب سے دیکھنے آئے تھے' جو دُور سے بھی زندگی میں کبھی دکھائی دینے والی نہیں تھیں۔

تیس منٹ میں' میں نے کل ملا کر سات ٹاپ ماڈلز کو دیکھ لیا تھا اور اکتیسویں منٹ پر ''ہٹ اینڈ رن گرل'' کو.....

و.....و.....وہ.....ہہ.....سامنے وہ کھڑی تھی.....میری.....ق.....ق.....قاتل.....

کچھ دور کھڑی وہ ہنس ہنس کر کسی سے باتیں کر رہی تھی بائیں تقریباً کانی آنکھ پھڑکنے لگی۔

''مجھے رلا کر' تم ہنس رہی ہو.....'' میں نے آنکھ پیستے ہوئے کہا۔

پتا نہیں یہ میرے بدلے کی آگ کی تپش تھی یا اس لڑکی کی چھٹی ساتویں حس ہی باکمال تھی کہ اس نے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کے سر کے پیچھے سے ترچھا کر کے اپنا سر نکالا' بالوں کے گھونسلے میں چھپے چہرے کو تھوڑا نمایاں کیا اور ابرو اچکا کر مجھے دیکھا.....اور اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ مچل گئی.....

میں جان گیا' کہ وہ مجھے جان گئی ہے.....

جیسے میں اسے پہچانتا تھا' وہ بھی مجھے پہچانتی تھی.....

قاتل کو مقتول یاد نہیں ہوگا تو پھر اس کا منہ فٹ منہ ہی ہوگا.....

میں ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ کر' اس کی طرف بڑھا۔ مجھے اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ رولس رائس کے پاس کھڑی تھی۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو سائیڈ پر ہو جانے کے لیے کہا' شاید وہ خود کو مجھ سے ملاقات کے لیے تیار کر رہی تھی۔ آج اس کے پاس وہ ہتھیار بھی نظر نہیں آ رہا تھا جس سے اس نے مجھ پر وار کیا تھا۔

اگر میں تھوڑی دیر کے لیے سپائیڈر مین بن جاتا تو ایک جال اس پر پھونکتا اور اسے چھت کے ساتھ مکھی کی طرح لٹکا دیتا اور کوئی دو سو کروڑ سال اسے وہاں ایسے ہی لٹکا رہنے دیتا۔ لیکن میں ''کانا مین'' تھا اور مجھے اسے دونوں آنکھوں سے کانا کرنا تھا اور یہ یاد دلانا تھا کہ ایسے ویسے ہتھیار لے کر وہ سفر نہیں کر سکتی۔ اسے یہ اجازت کس نے دی ہے کہ وہ جنگی آلات سے نبرد آزما ہو کر' میدانوں' میں نکل آئے اور معصوم انسانوں کو زخمی کرے۔ کیا یہ معمولی بات تھی کہ میری آنکھ کی بینائی بس جاتے جاتے' بچی تھی اور اب بس اتنی بچی رہ گئی تھی کہ بس میری عزت بال بال بچتی تھی۔ اکثر راتوں کو میں دو دو سروں والوں کو دیکھ کر خوف سے' موت کے قریب ہو جاتا تھا۔

تو میں اس کی طرف جا رہا تھا' اور بس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی مجھے ہی دیکھ رہی تھی لیکن صرف مجھے ہی نہیں دیکھ رہی تھی' نیچے بھی دیکھ چکی تھی.....اور پھر ابرو کو سوالیہ اچکا کر.....نیچے کی طرف اشارہ کر کے.....(یہ اشارہ مجھے بعد میں یاد آیا) وہ ہنس بھی دی تھی.....

میں رو ہی تو دیا تھا.....سائنس اتنی ترقی کر چکی ہے لیکن آج بھی زنجیروں کو گول کھمبوں' ڈنڈوں کے ساتھ باندھ کر حد بندی کرنے کا رواج ختم نہیں ہوا۔ میں رولس رائس کار کی حد بندی کی طرف بڑھ رہا تھا اور چونکہ آنکھیں صرف پیشانی کو میسر ہیں' اور پیران سے مبرا ہیں تو میرے پیر دیکھ نہ سکے کہ وہ ''بے پیر'' ہونے جا رہے ہیں.....

محبت اندھی ہوتی ہے' سنا تھا.....نفرت اس سے زیادہ اندھی ہوتی ہے' اس وقت دیکھ لیا.....

میرے پیر زنجیروں اور کھمبوں میں الجھے اور میں شیشے کی طرح چمکتے صاف شفاف فلور پر' کچھ اڑتا' کچھ مڑتا اور زیادہ تڑتڑ.....ٹوٹتا ہوا منہ کے بل گرا۔

مجھے یاد نہیں پھر کیا ہوا.....بس ایک آخری منظر یاد ہے کہ سب کاروں کو چھوڑ کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔

جس آنکھ کی بینائی متاثر ہوئی تھی' اسی آنکھ کی ابرو پر ایک گہرے کٹ کا اضافہ ہو چکا تھا۔آنکھ بچ گئی ورنہ پتھر کی پتلی لگوانی پڑتی اور لوگوں کو میری آنکھ کے سامنے ہاتھ لہرا کر کہنا پڑتا ''میں یہاں کھڑا ہوں.....تم کہاں دیکھ رہے ہو۔''

یہیں سامنے ہی تو.....یہ دیکھو.....تم یہاں کھڑے ہو.....

''میرا کان تو چھوڑ و یار.....''

سامنے کے تین دانت' ناک کی ہڈی میں فیکچر' اور ٹھوڑی پر ایک لمبے زخم کے انعام کے ساتھ' وہ لڑکی میری زندگی میں آ کر چلی گئی۔دو ہفتے گردن پر نیک کالر چڑھا کر رکھنا پڑا۔اسی حالت میں یونیورسٹی جانا پڑا۔وہ بچپن میں ایک لطیفہ سنا تھا کہ ایک بچے کا بازو فیکچر ہو جاتا ہے تو وہ ڈاکٹر سے کہتا ہے کہ فیکچر بازو پر بینڈ تج کرنے کی بجائے دوسرے بازو پر بینڈ تج کر دی جائے۔

''پر ایسا کیوں بیٹا! اگر فیکچر بازو پر بینڈ تج ہو گی تو آپ کے کلاس فیلوز اس بازو کو ٹچ نہیں کریں گے' ایسے آپ کو درد نہیں ہو گا۔''

''وہ اسے ہی تو ٹچ کریں گے ڈاکٹر صاحب! آپ پلیز دوسرے بازو پر بینڈ تج کر دیں۔''

مجھے بھی ڈاکٹر سے کہنا یاد نہیں رہا کہ میری فیکچر گردن پر کالر نہ چڑھائیں بلکہ پیروں یا ٹخنوں پر چڑھا دیں۔

میری ایک کلاس فیلو نے اسی حالت میں میرے ساتھ ایک سیلفی لینی چاہی۔ابھی سامنے کے تین دانت نہیں لگے تھے۔ڈینٹسٹ کا کہنا تھا کہ ٹوٹے ہوئے دانوں کے زخم ٹھیک ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔اس لیے اوپر کے جبڑے میں تین دانتوں کی آرائش کے لیے مجھے کچھ مہینے صبر سے انتظار کرنا ہو گا.....

میں بے صبرا.....کم عقل.....انتظار نہیں کر سکا اور جب لڑکی نے سمائل کہا تو میں ہنس دیا.....

ہنس دیا.....ہر وہ بندہ جس نے وہ سلیفی دیکھی.....

جنگل کی آگ کی طرح وہ سیلفی عام ہوئی.....

دادی بالکل ٹھیک کہتی ہیں ''آگ لگے ان موے موبائلوں کو۔''

آگ لگے ان موبائلوں کے صارفین کو.....مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا

''ویسے تو تو انسان ہے' لیکن ضرورت پڑنے پر اگر تجھے گدھوں کی جماعت میں دھکیل دیا جائے' تو انہیں کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو گا' بلکہ وہ تو خوش ہوں گے کہ گدھا' گدھوں میں لوٹ آیا۔'' دادی یہ بھی تو ٹھیک کہتی ہیں۔

گدھا بچکانہ حرکتوں سے باز رہا۔بچکانہ' قاتلانہ' زخمانہ' حادثانہ۔آخر میں کیا کر کے دم لوں گا؟ اپنا ہی قتل؟ اپنے مقام' رتبے' اور قابلیت کا زبان زد مذاق.....

☆ ☆ ☆

اس کے گرنے کے انداز و بیان پر میں اپنی ہنسی روکنے میں ناکام رہی.....کیا کرتی.....کہتے ہیں کبھی بھی قہقہے اور ہنسی کا گلا نہیں گھوٹنا چاہیے.....ورنہ گلے میں خراش ہونے لگتی ہے.....

اسے کئی خراشیں آئی ہوں گی کیونکہ اس کے منہ سے کچھ خون وغیرہ نکل رہا تھا.....خیر تھوڑا بہت خون کا نکلنا تو چلتا ہی ہے.....ویسے میں نے خود کو اس کی بھاڑس کے لیے تیار کر لیا تھا۔ میں سمجھ گئی تھی کہ وہ میرے پاس کیوں آ رہا ہے۔ تاکہ وہ مجھ پر تھوڑا چلا سکے' زیادہ غصہ کر سکے' دس بارہ گالیاں دے سکے وغیرہ وغیرہ۔ ٹشو کو رول بنا کر میں نے کانوں میں ٹھونس لیا تھا تاکہ وہ بولتا رہے تو مجھے غصہ نہ آئے اور بات بڑھ نہ جائے۔

لیکن.....

بات وہیں رہی' اس کے زخموں کی تعداد بڑھ گئی۔ سب لوگ اس پر جھک گئے تو میں بھی جھک گئی۔ لیکن وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ کیا وہ اتنا ہی نازک تھا کہ بات بے بات گر جائے۔ میں نے اسے آنکھ سے اشارہ بھی کیا تھا کہ نیچے دیکھ لو' لیکن جب اس نے نہیں دیکھا تو میں سمجھ گئی کہ اس نے دو آنکھیں پیروں میں بھی لگا رکھی ہیں اور اسے پورا یقین ہے ان کی کارکردگی پر۔

جس وقت اس کے دوست اسے اٹھا کر لے جا رہے تھے' اس وقت میں لیزا کے ساتھ سنیما ہال کی طرف بڑھ رہی تھی۔ یہ لیزا ہی تھی جو مجھے اس بورسی نمائش میں لے آئی تھی۔ بھلا میرا ایسی جگہوں پر کیا کام؟ مجھے کون سی کوئی کاروار لینی تھی' یا کوئی کمپنی کھولنی تھی۔

''وہ لڑکا تمہیں دیکھ رہا تھا؟'' مووی دیکھتے ہوئے لیزا نے پوچھا

''ہاں.....تو؟''

''تو یہ کہ تم اسے جانتی ہو.....؟''

''نہیں.....''

''وہ تمہاری طرف ایسے آ رہا تھا جیسے کوئی پرانا شناسا ہو.....''

مجھے ہنسی آ گئی۔ ''پرانا حساب کتاب برابر کرنے آ رہا تھا۔''

''بے چارہ کافی زخمی ہو گیا ہے۔ ہاسپٹل جاؤ گی اس کا پتا کرنے؟ میں اس کے ڈیپارٹمنٹ کو جانتی ہوں۔''

''ہمیں اسے ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اپنے زخموں کو اکیلے انجوائے کرنے دینا چاہیے۔ آخر پرائیویسی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

''انسانیت بھی کسی چیز کا نام نہیں؟''

''یہ چیز اس کے کسی کام کی نہیں ہے۔ تم مووی دیکھو' وہ زندہ ہی ہو گا۔ پھر اتنا ٹائم کہاں ہے لائف میں کہ ایرے غیروں کی خبر گیری کی جائے۔''

☆ ☆ ☆

ایرے غیرے نہیں' میرے اپنے ذاتی دانت تھے جو فلور پر گرتے ہی پاش پاش ہو کر منہ سے چھڑ گئے۔ ابھی میری عمر ہی کیا تھی کہ میرا جبڑا بے دانت ہوتا۔ میں جوان جہاں' یونیورسٹی اسٹوڈنٹ' چار بڈھوں کے ساتھ ڈینٹسٹ کے کلینک میں بیٹھا' نقلی دانتوں کو اصلی منہ میں فٹ کروائے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ کیا مجھے یہ سب کرنا تھا؟ فرینڈز کے ساتھ چل (chill) کرنے کی بجائے میں متوقع تکلیف کے خیالات کو کل (kill) کر رہا تھا۔

''دانت بالکل اصلی ہی دکھیں گے نا؟'' یہ سوال میں کوئی بیس بار ڈاکٹر کی اسٹنٹ سے پوچھ چکا تھا

''نقلی دانت اصلی کیسے دکھیں گے.....'' اکیسویں بار وہ چڑ گئی۔

''مذاق کر رہی ہیں نا آپ.....اچھا اصلی اور نقلی دانتوں کی میچنگ تو ٹھیک سے ہو جائے گی نا۔'' میں نے اپنا جبڑا کھول کر اس کے سامنے پیش کیا اور ہاتھ سے ''مرحومین کے لواحقین'' کی طرف اشارہ کیا' کہ وہ ٹھیک سے میرے اصلی دانت دیکھ لے۔

''پھر آپ ایسا کریں کہ یہ سارے دانت نکلوا کر' نقلی لگوا لیں۔ میچنگ کا پرابلم نہیں رہے گا۔''

میں واپس جا کر انکل آنٹیوں میں بیٹھ گیا اور ایک دردمند آنٹی ڈھونڈ کر ان سے اپنی مشکل بیان کرنے لگا۔ انہوں نے مجھے کافی تسلی دلاسے دیئے لیکن اس دیسی دل کا کیا کیا جائے' جو بار بار مجھے کارٹون گلہری کی یاد دلا رہا تھا۔

''میں ایسا تو نہیں لگوں گا نا؟ سائز وغیرہ ٹھیک سے لیا ہے نا آپ نے۔''

آخری کوشش کے طور پر میں نے گوگل سے کارٹون گلہری کی تصویریں نکال کر ڈاکٹر کے سامنے پیش کی۔ چونکہ اوپر کے دانتوں کا معاملہ تھا' وہ بھی سامنے کے تین کا تو میں تھوڑا سا فکرمند تھا۔

''آپ ایسے کیوں لگے گے یہ تو کافی کیوٹ ہے.....'' ڈاکٹر نے گلہری کی طرف اشارہ کیا

''تو میں کیا ہوں.....؟'' ڈاکٹر کا سڑا ہوا طنز میرے سینے میں آگ لگا گیا

یہ.....'' ڈاکٹر نے چھوٹا سا گول مرر میرے سامنے رکھ دیا۔

ٹھیک ہے میں نے سوال پوچھ پوچھ کر ڈاکٹر کا سر کھا لیا تھا' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ میرا ننھا سا دل ایسے توڑ دیتا۔ آنکھ ناک' دانت ٹوٹ تو رہے تھے۔

چیخیں دبا کر میں' دانت لگواتا رہا اور فارغ ہونے کے بعد جب مرر دیکھا تو.....

تو.....

تو یہ کہ سب ٹھیک تھا.....ضروری نہیں کہ ہر بار میرے ساتھ کچھ برا ہی ہو.....اب ایسا بھی نہیں تھا کہ سارا بچپن میں لوگوں کے گھروں کی گھنٹیاں بجا بجا کر بھاگتا رہا ہوں' کلاس میں بچوں کے لنچ باکس کھاتا رہا ہوں۔ بازار سے دُودھ دہی لانے جیسے نیک کام بھی کرتا رہا ہوں۔

تینوں دانت لگ گئے' نیک کا لراتر گیا۔ٹھوڑی کا زخم بھر گیا لیکن آنکھ کے کنارے کا کٹ جوں کا توں رہا۔ڈاکٹر سے ملا تو اس نے کہا کہ اسکن سرجری سے ٹھیک ہوگا۔لاگت پوچھی تو وہ اتنی زیادہ تھی کہ میں گھبرا کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔اب یا اسکن سرجری کروالی جائے یا سٹڈی کر لی جائے۔ایک سگھڑ دوست نے ٹپ دی کہ میں اپنے اسکن شیڈ کی نیل پالش یا اسکن پینٹ کلر لے لوں' اور اسے اس کٹ پر لگا لیا کروں' ایسے کٹ چھپ جائے گا۔مجھے یہ مشورہ اچھا لگا اور میں نے اس پر عمل کا سوچ لیا۔

جیسے تیسے میں نے مارکیٹ سے اپنی اسکن سے میچ شیڈ ڈھونڈ نکالا۔گھر آ کر لگایا تو واقعی میرا کٹ چھپ گیا تھا.....کیسے.....ایسے کہ صبح تک تو وہ کٹ پھول کر کپا ہو چکا تھا.....اور کٹ اس غبارے میں غڑپ ہو چکا تھا.....ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

''اس پر کیا لگایا ہے؟''

''شاید رات میں کچھ کاٹ گیا ہے۔''

''کیا کاٹ گیا؟ سانپ یا مگر مچھ؟

افف یہ ڈاکٹر بھی نا.....مزاح کی سمجھ نہیں تو مذاق کرتے ہی کیوں ہو.....جب ہنسا نہیں سکتے تو رلاتے بھی کیوں ہو.....

ڈاکٹر عجیب نظروں سے مجھے دیکھے ہی جا رہا تھا۔پھر اس نے ایک سائنسی محلول کا نام لیا کہ یہ اس کے اثرات لگتے ہیں۔باقی تو اوپری اسکن کاٹ کر لیبارٹری میں بھیجی جائے گی تو ہی کنفرم ہوگا۔

مجھے نہیں کروانا تھا کچھ کنفرم.....مجھے نہیں کٹوانی تھی اپنی کھال.....

آدھے گھنٹے تک میں ڈاکٹر کو جھوٹا ثابت کرتا رہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے' میں رات کو سویا تو صبح ایسے پھولا ہوا زخم ملا۔جواب میں ڈاکٹر بھی آدھے گھنٹے تک میرا زخم کاٹتا' چھیلتا' ادھیڑتا' رہا اور پھر بینڈ یج کر دی۔

''دروازے کھڑکیاں بند کر کے سویا کرو.....ایسا نہ ہو اگلی بار ''شارک یا نیولا'' آ کر کاٹ لیں۔''

جاتے ہوئے ڈاکٹر نے طنزیہ کہا۔میں گلہری صفت دانت پیس کر ہنس دیا۔کیا کرتا.....ڈاکٹر کو حقیقت کیسے بتا دیتا.....جو میں خرید کر لے آیا تھا' وہ اسکن بینڈ نہیں' فریج اسکریچ پینٹ تھا۔

تین ہفتے تک بینڈ یج ہوتی رہی' جب آخری بینڈ یج بھی اتر گئی تو میں نے یہ فیصلہ کیا کہ آنکھ سے گال تک پھیل چکے اس کٹ کو اب میں منہ نہیں لگاؤں گا۔ویسے بھی تھوڑا بہت بدصورت دکھنے پر کوئی ٹیکس تو نہیں لگتا نا۔اتنا زیادہ خوب صورت ہو کر میں نے کرنا بھی کیا ہے؟

واش روم کے شیشے پر البتہ میں نے اخبار اس طرح سے لگا رکھا ہے کہ شیو کرتے ہوئے کٹ دکھائی نہیں دیتا۔باقی گھر کے شیشوں کے ساتھ بھی یہی کیا ہے۔موبائل کے مرر کو ڈس ایبل کر دیا ہے۔میرے فرینڈز کچھ بھی کہتے رہیں لیکن میں اپنا اعتماد ڈگمگانے نہیں دوں گا۔میں زندگی سے بھرپور ہی رہوں گا' اور کبھی یہ نہیں سوچوں گا کہ میرا چہرہ بگڑ گیا ہے.....میں ابھی بھی خوب صورت ہوں.....

''یہ کس منحوس نے شیشے سے اخبار ہٹایا ہے.....جبران تو گیا اب.....تیرے منہ پر ایسے دس کٹ بناؤں گا.....''

اتنا غصہ ٹھیک تو نہیں لیکن انسان ہوں نا' تو ایسے اچانک سے اپنا اصل چہرہ دیکھ کر ڈر سا جاتا ہوں۔ گو آنکھوں سے ٹائر مستقل طور پر ہٹا دیئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر نے لینز لگانے کی اجازت دے دی تھی.....لیکن پھر بھی.....وہ جو کٹ ہے نا وہ میرا دل کاٹ دیتا ہے.....

ہائے وور با.....نہیں چھپا دا کٹا میرا.....

م.....مم.....کہتے ہیں نا کہ' بدبختی آپ کو ڈھونڈتی ہوئی آتی ہے.....اور کبھی آپ خود اس تک چل کر جاتے ہیں.....

سنڈے کو میں میوزم گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے ڈائنوسار کے پاس اسے کھڑے دیکھ لیا تھا۔ شکل پر آئن سٹائنی طاری کیے وہ ڈائنا سار کا مشاہدہ کچھ ایسے کر رہی تھی' جیسے ان کے انڈوں سے اپنے برآمد نہ ہو سکنے کا دکھ' انہیں گھور کر منا رہی ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ ڈائنو سار نیاں تاریخ کا حصہ ہو چکی ہیں' لیکن اگر زرا سا غور کیا جائے تو یہ ''ڈراونی سار نیاں'' ابھی بھی اسی دنیا میں پائی جاتی ہیں.....

وہ دیکھیں سامنے.....براؤن جیکٹ.....اور سرخ لپ اسٹک میں.....ڈئیر سار نی.....

میں نے دو سیکنڈ سوچا اور پلٹ کر واپس جانے لگا لیکن پھر میری غیرت جاگ اُٹھی۔ اتنے نقصان پر بھی مجھے ہی اس سے دُور بھاگنا ہے۔ اس کے ہاتھ' پیر' سب سلامت ہیں' اور میں پیوند لگوا لگوا کر تھک جاؤں.....پھر بھی میں ہی بھاگوں.....وہ بھی کانی آنکھ' نقلی دانت' اور کپا کٹ چھپا کر۔ ٹھیک ہے کہ یہ لڑکی کوئی اعلیٰ نسل کی منحوس ہو گی لیکن اب زیادہ دیر تک اس کی منحوسیت چلنے والی نہیں تھی.....سمجھی وہ.....

''تمہیں نہیں لگتا کہ ہمیں شادی کر لینی چاہیے.....قسمت ہمیں بار بار ملوا رہی ہے۔'' میں اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔

قسمت مجھے بار بار پٹوا رہی تھی.....

وہ میری طرف پلٹی.....اور اس کے عین پیچھے چھپا ہوا اس کا باڈی گارڈ.....فیانسی.....

وہ طبلے کی طرح کا ساز.....میرا مطلب چھوٹا ''ڈائنوسار'' مجھے پہلے کیوں نہیں نظر آیا۔ بھلا فیانسیوں کے ساتھ میوزم دیکھنے کون آتا ہے.....وہ بھی ڈائنا سار.....آخر وہ کیا ثابت کرنا چاہ رہی تھی کہ کینڈل لائٹ ڈیٹ کا زمانہ پرانا ہوا' اب ڈائنا سار کی دم کے پاس کھڑے ہو کر' محبوب کی آنکھوں میں دیکھا جائے گا۔ وہ چاہتی تھی کہ سب لڑکیاں گھسی ہوئی جینز پہن کر' گھونسلہ بالوں میں ایک آدھ تنکہ اڑس کر' آنکھوں پر خوامخواہ کی سقراطی عینک چھڑا کر' ڈائنوسار دیکھنے جائیں اور کہیں.....

''تمہاری محبت میرے دل میں اس آگ کی طرح دہکتی ہے' جیسے ڈائنوسار کے منہ سے آگ نکلتی ہے۔''

''یہ کون ہے؟'' لڑکے کے منہ سے آگ نکل ہی آئی۔

''یہ.....؟'' وہ زرا سا مسکرائی.....

''میں مذاق کر رہا تھا.....'' حالات سنگین' بلکہ مخدوش ہوتے دیکھ کر میں نے مسکرانے کی پوری کوشش کی.....

''میں مذاق نہیں کرتا۔''

اس نے تو مسکرانے کی ذرا سی کوشش بھی نہیں کی۔ چیٹنگ ہوئی نا یہ تو پھر۔

''کب سے جانتے ہو شزا کو؟''

یہی کوئی پانچ چھ.....م.....ما.....مہینوں.....

میری بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ اپنے بھاری ہاتھ کو مکے میں بدل کر' اجازت لیے بغیر اس نے میرے منہ پر دے مارا.....عین ڈائنا سار کی دم کے پاس کھڑے ہو کر.....اس نے مجھے کیکڑا سمجھ کر' میرا شوربہ ہی تو بنا لینا چاہا.....بھیڑیا کہیں کا.....

کامیاب رہا.....

شکر ہے میرا پورا چہرہ سلامت رہا.....بس.....کان.....وہ.....اب.....شائیں شائیں کرتے ہیں.....سیٹیاں سی بجتی ہیں ان میں۔شاید میرے کانوں کی کارکردگی بڑھ گئی ہے۔ایک دو بار میں نے دیواروں سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی' کہ شاید میں دیوار کے دوسری طرف کی بات چیت سننے کے لیے لائق ہو چکا ہوں' لیکن بس ہر طرف سیٹیاں ہی سیٹیاں گونجتی ہیں.....یہ کیا بات ہوئی.....کیا ساری دنیا اب وسل بجانے لگی ہے.....جب بھی میں بیمار ہوتا ہوں' دنیا جھٹ پٹ میں بدل جاتی ہے۔پہلے دوسروں والی ہوگئی تھی' اب سیٹیاں مارنے لگی ہے۔

اکثر لوگ شکایت کرتے ہیں کہ انہیں اپنی بات دو بار دہرانی پڑتی ہے۔جھوٹ بولتے ہیں' میں تو پہلی بار میں ہی سن لیتا ہوں' بس مجھے چند لفظوں کی سمجھ نہیں آتی۔

''میرا خون نمبر؟ او پازیٹو.....تم کیوں پوچھ رہے ہو.....؟ یہ دانت کیوں نکال رہے ہو؟ دفعہ ہو جاؤ' میرے کان کے پاس چلنا بند کرو.....سن لیا ہے میں نے.....بہرا نہیں ہوں میں' سب سنائی دیتا ہے مجھے.....دیکھو اب تم ہونٹ ہلا رہے ہو لیکن آواز نہیں نکال رہے.....مجھے الو سمجھا ہے نا.....سب سمجھتا ہوں میں.....

''لیکن اب سب سنتے نہیں ہو.....ہاہاہا.....''اس نے میری فائل پر لکھا اور بھاگ گیا۔

جھوٹا.....فراڈی.....مجھے پاگل بناتے ہیں.....بھلا میری عمر میں بھی کوئی ایسے بہرا ہوتا ہے.....

☆ ☆ ☆

میرا خیال ہے کہ اب واقعی میں مجھے رک کر' یا ڈھونڈ کر اس لڑکے کا شکریہ ادا کر دینا چاہیے۔وہ تو واقعی میرے لیے اچھی لک لے کر آتا ہے۔اس بار اس نے کمال کر دیا۔میری منگنی ہی تڑوا دی.....کتنا خوش بخت انسان ہے وہ.....

جیسے بابا خود تھے' ویسا ہی لڑکا ڈھونڈ کر بابا نے میرا فیانسی بنا دیا۔دور کی ایک رشتہ دار خالہ نے میرے لیے مطلوبہ رشتہ ڈھونڈا اور بابا نے میری بات زید سے پکی کر دی۔آن لائن چھوٹی سی تقریب بھی ہوگئی۔مجھ سے میری مرضی کچھ ایسے پوچھی گئی۔

'دیکھ لیا تم نے زید کو؟''

''جی.....''

''کیسا ہے.....؟؟''

''وہ دراصل.....بابا.....وہ نا.....''

''چلو بس ٹھیک ہے.....واپسی پر شادی ہے تمہاری۔اس سے تھوڑا تمیز سے پیش آنا۔''

اس سے تھوڑی نہیں بہت زیادہ بدتمیزی سے پیش آنا چاہیے تھا لیکن میں مجبور تھی۔ یہ گوریلا ہر وقت میرے ساتھ سائے کی طرح چپکا رہتا تھا۔بچوں کی طرح مجھے یونیورسٹی پک اینڈ ڈراپ کرتا تھا۔ مجھے دن بھر کیا کیا کرنا ہے' کہاں کہاں جانا ہے' اور کس کس سے ملنا ہے' مجھے دو دن پہلے ہی اسے بتا دینے کی ہدایات تھی تاکہ وہ اپنے حساب سے میرا ٹائم ٹیبل سیٹ کر سکے اور میرے ساتھ ساتھ رہ سکے۔

اس کا کہنا تھا کہ وہ یہ سب میری محبت میں کرتا ہے.....م.....محبت.....اچھا.....

اس کی یہ.....م.....محبت.....میوزم میں' ڈائنا سار کی دم کے پاس ہی ''دم توڑ'' گئی۔اس دم توڑتی محبت کا گلا گھونٹے کی میں نے پہلے بھی بہت بار کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی تھی۔

''تم نے جراسک پارک نہیں تھی؟''

''دیکھی ہے نا.....ٹی وی پر۔'' وہ مجھے لنچ پر کسی رومانٹک جگہ لے جانا چاہتا تھا لیکن مجھے تو ڈائنو سار ہی دیکھنا تھا۔

''تو کیا وہاں اڑ کر جانا تھا؟ ساری دنیا نے ٹی وی پر ہی دیکھی ہے.....''

''لیکن میوزم میں اصل ڈائنو سار بھی تو رکھا ہے.....''

وہ ڈھانچہ ہے.....ویسے بھی یہ امریکی ساری دنیا کو الو بناتے ہیں' لکڑی کا بنا ہے وہ.....کوئی کھدائی ودائی سے نہیں نکلا۔''

''تم بھی تو امریکی ہی ہو.....تم بھی الو ہو؟ مجھے وہ لکڑی کا بنا ڈھانچہ دیکھ کر خود پر دہشت طاری کرنی ہے.....''

''تم لوگوں کو دہشت سے اتنا لگاؤں کیوں ہے؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم مجھے دہشت گرد کہہ رہے ہو.....؟''

''کہا تو نہیں لیکن تم نے پہلے ہی بمباری شروع کر دی.....''

''تم امریکیوں کو تو بہانہ چاہیے دہشت گرد' دہشت گرد کا راگ الاپنے کا۔اٹھا کر پھینک کیوں نہیں دیتے ہمیں باہر۔ کیوں گھسنے دیتے ہو امریکا میں.....؟؟''

وہ سٹاپٹا کر میری شکل دیکھ کر' یو یو کرنے لگا۔ایسے موقعے پر اس کی امریکی انگلش' فرنچ لبادے' اور اٹالین ٹوپی میں لپٹ جاتی تھی۔ ہکلا رہا ہے' گا رہا ہے' گالیاں دے رہا ہے یا پھر ہنہنا رہا ہے.....وہ خود بھی نہیں جانتا ہوگا.....

''تو تمہارا اس کے ساتھ سیکرٹ افیئر چل رہا ہے..... ہے نا؟''

''ایسا ہوتا تو میری منگنی اسی سے ہوتی.....''

''انکل کبھی اس کے لیے نہیں مانتے.....''

''کیوں؟ تم سے اچھی شکل ہے اس کی.....''

''وہ اچھی شکل میری ایک مکے سے پچک گئی.....''

''تمہاری بغیر مکے کے ہی پچکی ہوئی ہے.....'' میری زبان پھسل گئی۔

وہ دو گھنٹے تک مجھ سے لڑتا رہا۔ بابا کو کال کی۔ سب بتایا۔ میں نے بھی بابا کو روتے ہوئے کال کی اور.....

''یہاں کے لوگ بہت بولڈ ہوتے ہیں بابا!.....'' اتنا کہا اور بس.....

آفشیلی میری منگنی ٹوٹ گئی۔ ایسا نہیں تھا کہ مجھے زید زہر لگتا تھا' بس اتنا تھا کہ وہ مجھے زہر سے کم بھی نہیں لگتا تھا۔ میں نے پھولوں کا ایک بکے لیا' ایک چٹ لکھی اور اسے لیزا کے ہاتھ اس خوش بخت انسان کے ہوسٹل بھجوا دیا۔

☆ ☆ ☆

پھول اور وہ چٹ مجھے میرا ہی مذاق اڑاتے ہوئے لگے،

''تم ایک اچھے لڑکے ہو.....اپنا خیال رکھا کرو.....مجھ سے دُور رہا کرو.....شزا۔''

یعنی میں ایک اچھا لڑکا احد.....وہ ایک اچھی منحوس لڑکی.....ڈیئر سارنی.....ہونہہ.....

دادی اور اماں کے کچھ حکیمی نسخوں سے میرے کان ٹھیک ہونے لگے تھے۔ سیٹیاں کم ہوگئی تھیں۔ گو ابھی بھی کبھی کبھی دغا دے جاتے تھے لیکن مستقل بے وفائی بھی نہیں کرتے تھے۔ چہرے کا زخم بھی دادی کے بتائے' لیپ کو چہرے پر تھوپنے سے دھندلا گیا تھا۔ گو اس لیپ کو لگانے کا طریقہ کوئی ایسا آسان نہیں تھا لیکن کہتے ہیں نا کہ خوب صورتی کے لیے ایک ہزار ایک جتن کرنے پڑتے ہیں۔ بس مجھے ایک ہزار ایک چھوڑ' ایک لاکھ ایک جتن کرنے پڑے۔ لیپ زخم پر لگتا تھا لیکن اس کی بدبو سے بچنے کے لیے مجھے ناک میں روئی ٹھونسنی پڑتی تھی۔ روئی ٹھونسنے کی وجہ سے سانس نہیں آتی تھی تو مجھے منہ کھول کر سانس لینا پڑتا تھا۔ پھر بار بار ناک سے روئی نکال کر بدلنی پڑی تھی.....وہ دراصل.....وہ گیلی ہو جاتی تھی نا.....اور.....خیر.....اب کیا کیا بتاؤں.....

میرے فرینڈز کا ماننا تھا کہ رات کے وقت میری سرگرمیاں کچھ مشکوک ہو جاتی ہیں۔ اب انہیں کیا بتاتا کہ رات کو دادی کے بھیجے تیل کو کانوں میں ڈال کر' مجھے جو تھوڑا بہت سنائی دیتا ہے' وہ بھی سنائی دینا بند ہو جاتا ہے۔ لیپ لگا کر' میری اپنی سانس بو سے بند ہونے لگتی ہے تو ان کے دل کی دھڑکن کی گارنٹی کون دے گا۔

ان حکیمی نسخوں سے مجھے اتنا فائدہ نہ پہنچ رہا ہوتا تو بخدا نارمل حالات میں کوئی مجھے ایک لاکھ ڈالر بھی دیتا تو بھی میں ان نسخوں کے خنجر کی نوک سے اپنی سانسیں قتل نہ کرتا.....لیکن.....سوچتا ہوں کہ لڑکیاں بھی تو اتنا اتنا کچھ کرتی ہیں.....ایک لڑکی کو دیکھا' اس نے گوبر منہ پر تھوپا ہوا تھا.....میں اتنا متاثر ہوا' اتنا متاثر ہوا کہ متاثرین کی فہرست میں سے اپنا نام خارج کروانے کی ٹھان لی۔

ایک دن مجھے پارک میں وہ نظر آ گیا۔ وہ جو شزا کا فیانسی تھا۔ سوچا پرانی باتیں بھول جانی چاہیے۔ میں اس کے قریب گیا اور کہا،

''ہیلو فرینڈ! کیسے ہو؟ اور تمہاری فیانسی شزا؟''

''شزا تمہاری فیانسی تھی؟''

قریب سے ہی کہیں دھاڑ کی طرح یہ آواز سنائی دی۔ پانی کے تالاب سے جیسے گنڈا نکل کر آتا ہے' ایسے ہی قریب کے درخت سے

ایک گینڈی نکل کر سامنے آئی۔ بخدا میں ڈر کر بدک گیا' بھاگ بھی سکتا تھا لیکن مجھے ایسا لگا کہ یہ مقام میرے بھاگنے کا نہیں' بلکہ پچھلے حساب برابر کرنے کا ہے۔

''تم نے تو کہا تھا تم دونوں جسٹ فرینڈ تھے۔''

''اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے.....؟''اس نے میری طرف اشارہ کیا

اگر ایسا تھا تو زیادہ غلط فہمی پیدا کرنے میں میرا کیا جاتا تھا۔

''لیکن تم نے تو کہا تھا عنقریب تم دونوں کی شادی ہونے والی ہے۔تم اس سے بہت محبت کرتے ہو۔اوہ! تم دونوں کا بریک اپ ہو چکا ہے؟ پر کیسے؟ تم تو اس کے بغیر سانس بھی نہیں لیتے تھے.....''

جو سانس وہ اب لے رہا تھا' وہ آئندہ بھی لیتا رہے گا یا نہیں' اس کی گارنٹی اب کون دے سکتا تھا.....؟؟

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے.....''

اس نے اپنی انگلیوں کو چٹخا اور ان میں سے چپس کھانے جیسی آوازیں آنے لگیں۔آتی رہیں' میں بھی کچپ' کوک ساتھ لایا تھا..... ہاہاہا.....

''تم نے ان دنوں کو لاسٹ ٹائم کب ساتھ دیکھا؟''

وہ میری طرف گھومی' میرے بازو پر اپنا بلڈوزر ہاتھ رکھا' اور ہلایا..... ہلایا.....بس اتنا کہ میں اگلے تین دن تک اپنا بازو نہیں ہلا پایا۔

''لاسٹ سنڈے.....ٹپ ٹاپ کیفے میں.....دونوں کافی خوش تھے.....''

''تم نے تو کہا تھا' تم اپنے فرینڈ کے فادر کے جنازے میں جا رہے ہو۔''

وہ کچھ اس انداز سے گرجی کہ پہلے بجلی چمکی.....پھر بارش برسی.....اور پھر اولے پڑے.....یہ بڑے بڑے' وزنی وزنی اولے.....

ڈاکٹر کی بیوی ڈاکٹر' پروفیسر کی بیوی پروفیسر.....تو باکسر کی بیوی باکسر کیوں نہیں..... یا اللہ تیرا شکر ہے.....

مکا اس کے کان کے پاس پڑا ہی تھا کہ اس نے اپنے چپس کڑکڑائے اور میری طرف بھاگا۔لیکن دیر ہو چکی تھی' میں اس سے پہلے ہی وہاں سے بھاگ چکا تھا۔وہ بھی دور تک میرے پیچھے بھاگ سکتا تھا اگر پیچھے سے دختر محمد علی نے اس کے ہڈ میں اپنا بلڈوزر ہاتھ ڈال کر اسے زمین پر نہ پٹخ دیا ہوتا۔کیا سمجھا تھا اس نے خود کو' کہ وہ معصوم لڑکیوں کو الو بناتا رہے گا' اور وہ بنتی رہیں گے۔وہ یہ کیوں بھول گیا تھا کہ اب بے وفائی پر چھپ چھپ کر آنسو نہیں بہائے جاتے' بلکہ مکے مار مار کر' آنسو نکلوائے جاتے ہیں۔

پارک کے باہر آ کر میں نے خوشی سے گہری سانسیں لیں۔

''میرے تو کان سائیں سائیں کرتے تھے نا' تمہاری روح سائیں سائیں کرے گی بچو.....''

جس وقت میں بھاگ کر سڑک پار کر رہا تھا' اس وقت سڑک کے دوسری طرف وہ ٹیکسی میں بیٹھ رہی تھی۔میں نے سیٹی ماری تو ٹیکسی

کے ڈرائیور نے گردن کھڑکی سے نکال کر مجھے دیکھا۔ میں نے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا لیکن میڈم نے ہاتھ سے اسے ٹیکسی بھاگنے کا کہا۔

''آگے پیچھے دیکھ کر نہیں چل سکتے.....'' ایک خاتون میرے کانوں کے پاس آ کر چلائیں۔

جب میں اسے دیکھتا ہوں تو بس اسے دیکھتا ہوں' اور ساری دنیا میرا تماشا دیکھتی ہے۔ لیکن کوئی نہیں' جو تماشا آج اندر دیکھ آیا تھا' اس پر میرے لگائے ہزار تماشے قربان۔

میں کچھ اتنا خوش تھا کہ رات کو ڈنر کرنے کے لیے ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں چلا گیا۔ ٹیبل پر جا کر بیٹھا اور آڈر دیا اور کچھ سیلفیاں لینے لگا۔ پھر اچانک میری سیلفی میں اس کی سیلف بھی آ گئی۔ وہ عین میری ٹیبل کے پیچھے بیٹھی تھی۔ اکیلی تھی اور آڈر پر جھکی ہوئی تھی۔

''سنو.....''

کچھ دیر بعد مجھے اپنے پیچھے سے آواز آئی۔ گردن موڑ کر دیکھا تو وہ مجھے ہی دیکھ رہی تھی۔ میں جواب کیوں دیتا۔ منہ آگے پھیر لیا۔

''میرا پیچھا کرنا بند کرو.....سمجھے.....''

میں نے حیرت سے گردن موڑ کر اسے دیکھا ''مجھے زخمی کرنا بند کرو.....سمجھی.....''

''میری خوب صورتی دیکھ کر تو سب زخمی ہو جاتے ہیں۔ سب کے دلوں پر مرہم رکھنے کا میں نے کانٹریکٹ تو نہیں لیا ہوا۔''

''پر سب کو لولہ' لنگڑا' اندھا' بہرا' کرنے کا کانٹریکٹ جو لیا ہوا ہے۔''

گھونسلے کی شاخیں چہرے پر گرا کر وہ اپنا کھانا کھانے لگی اور میں اپنا۔ جب میں بل دے رہا تھا' تب وہ ٹشو سے اپنا منہ پونچھ رہی تھی اور زیر لب طنزیہ مسکرا رہی تھی۔ مجھے غصہ تو بہت آیا' اور میں نے قابو میں کرنے کی کوشش بھی نہیں کی.....لیکن.....

ویٹر کی ساری ٹرے مجھ پر آ گری.....

جب میں اسے دیکھتا ہوں' تو کسی اور کو نہیں دیکھتا.....

صرف ٹرے ہی نہیں گری' میرا پیر' ٹیبل میں الجھا اور میں اس کے قدموں میں جا گرا۔

''تم بات بے بات گرتے بہت ہو.....اپنا علاج کیوں نہیں کرواتے۔''

اپنا خراب ٹشو مجھ پر پھینک کر' مجھے پھلانگ کر وہ چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ پوری طرح سے جاتی نہیں تھی کہ بری طرح سے پھر واپس آ جاتی تھی۔

دُور سے مجھے ایک لڑکی تیزی سے بھاگتی ہوئی نظر آئی' تو میں نے لفٹ کو وہیں روک لیا' تاکہ ان میڈم کو بھی لفٹ میں سوار کر سکوں۔ لیکن جیسے ہی وہ زرا قریب آئی اور میں ذرا صاف طور پر اسے دیکھ سکا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں ''اپنی وجہ بربادی'' کو لفٹ میں لفٹ دے چکا تھا۔

اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا' لیکن جیسے ہی لفٹ رکی اور وہ جلدی سے باہر نکلنے لگی تو میں نے اپنا جوتا' اس کی ہیل کی راہ میں حائل کر دیا.....بس اتنا ہی.....

اس نے آتش فشاں اگلتی نظروں سے مجھے دیکھا' اپنا گھونسلہ منہ پر سے سمیٹا' فائل اور بیگ فلور پر سے اٹھائے اور چلی گئی۔

اتفاق سے جہاں جہاں مجھے جانا تھا' وہ بھی وہیں وہیں ہی جا رہی تھی۔ بلکہ جہاں میں بیٹھا تھا وہ بھی وہیں آ کر بیٹھ گئی تھی' اور ہونٹ سے اپنا خون صاف کرنے لگی تھی۔ اب کہاں اس کے ہونٹ سے نکلنے والے چند قطرے' اور کہاں میری آنکھ سے پھوٹ پڑنے والا دریا۔ میرے بدلے کی آگ ٹھنڈی تو نہیں ہوئی تھی لیکن اب ایسی بھڑکی ہوئی بھی نہیں رہی تھی۔

پھر ایکدم سے وہ وہاں سے غائب ہوگئی۔ یقیناً وہ بھی وہاں جاب انٹرویو کے لیے آئی تھی۔ اب مجھے جیسے لائق فائق اسٹوڈنٹ کو وہاں بیٹھے دیکھا تو مایوس ہوکر میدان ہی چھوڑ کر بھاگ جانا پڑا.....شاید.....

شاید یہ میری نظروں کا دھوکا تھا.....یقیناً.....جب میں آفس میں داخل ہوا تو وہ پرائم چیئر پر بیٹھے' یعنی میرے مستقبل کے باس کی کرسی کے عین پیچھے کھڑی تھی۔ خون اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا' اور میری رگوں میں جم گیا تھا۔ میں نے دروازے سے کرسی تک کا فاصلہ طے کرنا ''فضول سمجھا' اور وہیں سے پیچھے پلٹ گیا۔ آفس سے باہر نکلا' لفٹ میں آیا' اور نیچے آ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ گو کان اب ٹھیک کام کرنے لگے تھے' لیکن ایسے موقعہ پر ''شائیں' شائیں'' کرنے لگتے تھے۔

وہ اس کے چچا' ماما' پھوپھا یا والد صاحب تھے' یہ وہ دونوں ہی جانتے ہیں' لیکن میں اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہوں' یہ صرف میں جانتا ہوں۔ پہلی جاب ایسے ہاتھ سے چلی گئی۔ اگر میں اپنی ٹانگوں کو ذرا کنٹرول میں رکھتا' تو جاب حاصل کر لیتا۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے' یہ سنا تھا۔ لاتوں سے بھوت سر چڑھ آتے ہیں' یہ آج دیکھ لیا۔

اگلی بار وہ مجھے شاپنگ مال میں شاپنگ کرتی ہوئی ملی۔ یہاں نہ اس کا کوئی باس باپ تھا' نہ مجھے کسی جاب کی ضرورت تھی۔ برقی زینے سے میں اسے بہت آرام سے دھکا دے سکتا تھا۔

آرام سے ہی چلتا ہوں میں چپکے سے اس کے عین پیچھے جا کر کھڑا ہوگیا' اور جیسے ہی آگے کو جھک کر اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دینا چاہا عین اسی وقت وہ دائیں طرف ہوگئی.....اور میں.....میں بائیں طرف سے فٹ بال کی طرح رول ہوتا ہوا نیچے ''گول'' ہوگیا.....

''میرا پیچھا کرنا بند کرو.....سمجھے.....'' سر کو میری طرف جھکا کر' وہ غرا کر بولی۔

''امی.....ی ی ی.....'' سر کو پیچھے فلور پر گرا کر میں کراہ کر بولا۔

☆ ☆ ☆

آج اس کے بدلے کی آگ ٹھنڈی ہو جانی چاہیے تھی۔ اس نے مجھے گرا دیا تھا۔ میرے منہ سے خون بہا دیا تھا۔ اسے خوش ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ خوش ہوا بھی۔ اسے مسکراتے ہوئے میں نے دیکھا بھی.....اور پھر.....

پھر یہ ہوا کہ مجھے اچانک سے یاد آیا کہ میں کوئی ڈس بین نہیں ہوں جس میں آ کر وہ اپنا غصہ اگل دے۔ میں' میں ہوں۔ اور مجھے

زخمی کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شرمندہ۔ جو کچھ ایئر پورٹ پر اس کے ساتھ ہوا اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ پھر کاروں کی نمائش میں بھی۔ وہ کیا سمجھتا ہے کہ میری زندگی کا بس ایک ہی مقصد ہے.....اسے زخمی کرتے رہنا.....زخمی دیکھنا۔ (ویسے مقصد اچھا ہے)

لیزا کے پاپا کے آفس میں، میں لیزا کے کہنے پر ایک فائل دینے آئی تھی۔ لیزا کو ضروری کام تھا، وہ نہیں آ سکتی تھی، اس لیے مجھے آنا پڑا۔ فائل دینے کے بعد مجھے اپنے جاب انٹرویو کے لیے بھی جانا تھا۔ اسی افراتفری میں اس نے مجھے گرا دیا تو میں نے بھی اسے اس کے فیوچر باس کی نظروں میں گرا دیا۔ جو جاب شاید اسے آسانی سے مل سکتی تھی، وہ آسانی سے ہاتھ سے نکل گئی۔

پھر اس نے مجھے برقی زینے سے گرانے کی کوشش کی۔ اگر سن گلاسز میرے ہاتھ میں نہ ہوتے تو میں کبھی نہ دیکھ پاتی کہ وہ میرے پیچھے کھڑا، مجھے دھکا دینے والا ہے۔ دیا یا نہیں دیا، بات تو ایک ہی ہوئی نا۔ اب میری غیرت مجھے اکسا رہی تھی کہ مجھے بھی اسے منہ توڑ جواب دینا چاہیے۔

☆ ☆ ☆

میں ہڈی کو انکار کرنے کی پوزیشن میں تھا ہی نہیں۔ وہ، وہ واحد لڑکی تھی جس نے مجھے کافی کے بعد، ڈنر اور پھر پارٹی پر ساتھ لے جانے کی آفر کی تھی۔ اب مجھ جیسے تقریباً، کانے اور بہرے، ہو چکے انسان کے ساتھ اگر وہ سانولی سالونی لڑکی جانا چاہتی تھی تو مجھے ناشکری نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ویسے بھی دو سمسٹرز تک میرے کانوں کی وجہ سے میرا اتنا مذاق بنایا جا چکا تھا کہ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں یہاں سے اچھی ڈگری تو لے جاؤں گا لیکن ''زیادہ عزت'' نہیں۔ کچھ بدتمیز سے فرینڈز تو ابھی بھی میرے کانوں کے پاس تالی بجا کر بات کرتے تھے۔

تالی.....سماعت اوپن.....اپنی بات کی.....تالی.....کان بند.....سماعت بند.....

بہت مشکلوں سے میں نے اپنی سماعتیں کھڑی کیں تھیں کہ میں وہ سب سن سکوں جو سامنے والا کہہ رہا ہو۔

''میرے ساتھ پارٹی میں چلو گے؟''

''افطاری میں؟ لیکن ابھی تو رمضان گیا تھا.....اتنی جلدی پھر آ گیا۔

اس کا غصے سے منہ پھول گیا تو میں نے جلدی سے چند ممکنہ فقروں پر غور کیا اور ہنس کر کہا،

''پارٹی.....اچھا پارٹی.....ہاں کیوں نہیں.....''

وہ مسکرا دی تو میری سانس بحال ہوئی.....ہشاش بشاش سا میں پارٹی میں مزے کر رہا تھا کہ.....

☆ ☆ ☆

کہ اسے بے فکری سے ایسے ہنستے دیکھ کر پتا نہیں کیوں میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ چند دن پہلے اسے جاب سے ناک آوٹ کروایا تھا، اور اب یہ یہاں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''اس دن میوزم میں تم نے مجھے پرپوز کیا تھا.....اب آگے کیا پلان ہے.....؟'' میں اس کے پاس آئی

کون ہو تم؟'' وہ استہزائیہ ہنس کر پوچھنے لگا

''کون ہوں میں؟ اب مجھے بتانا پڑے گا کہ کون ہوں میں۔'' وہ استہزائیہ تھا تو میں ''اس قدر چلائی'' تھی کہ سب ہمیں دیکھنے لگے تھے۔

''یہ کون ہے.....؟؟''

لڑکی نے اس سے پوچھا۔

''تم کون ہو؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''کون ہوں میں؟'' میں نے اس کا گریبان جھنجھوڑتے ہوئے واپس اس سے ہی پوچھا اور پھر جھٹک کر چھوڑ دیا۔ٹشو سے آنکھیں صاف کیں۔تھوڑا سوں سوں کیا اور اس کی سمت سے رخ پھیر کر چلنے لگی۔ چند سیکنڈ بعد مجھے اپنے پیچھے' سوئمنگ پول میں کسی کے شڑاپ گرنے کی آواز سنائی دی۔

پلٹ کر دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی.....وہاں اس کے علاوہ کون ہوسکتا تھا.....

☆ ☆ ☆

میری بدقسمتی' میری تکلیف کا موجب'' اس کے علاوہ اور کون ہوسکتا تھا۔اگر وہ مجھ سے محبت کرتی ہے تو مجھ سے سیدھی طرح سے آ کر کہے کہ وہ مجھ پر مرمٹی ہے.....میرے نام پر آہیں بھرتی ہے.....ایسے.....اتنی ٹھنڈ میں مجھے پانی میں گرا کر اسے کیا ملا.....مجھے تو تقریبا نمونیہ ملا.....یقیناً ایک سوتین بخار ملا.....فلو اور سپر فلو کا چرتومہ ملا.....اسے کیا ملا.....

میں ٹھیک ہو گیا تو اس کے ڈیپارٹمنٹ گیا کہ ہاں شاید وہ مجھے زخمی کر کے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ویسے کافی کامیاب رہی تھی۔

''تمہیں مجھ سے محبت تھی تو تمہیں سیدھی طرح سے کہنا چاہیے تھا۔''

''محبت اور تم سے.....ہا.....اپنی شکل آئینے میں دیکھی ہے.....''

''تم نے دیکھنے کے لائق ہی نہیں چھوڑی.....''

''بس جو چھوڑی دی ہے اس پر گزارکرو.....اور کوئی اپنے جیسا ڈھونڈ لو.....'' گھونسلے میں ہاتھ گھما کر وہ چلی گئی۔

میں بھی چلا آیا۔دادی ٹھیک کہتی ہیں' میں انہی لڑکوں میں سے ہوں جو گھر میں شیر ہوتے ہیں اور باہر کے گیدڑوں سے بھی پٹ کر آجاتے ہیں۔میں بھی پٹ آیا تھا' چمگادڑ سے۔''

''اب وہ سرعام تو تم سے محبت کا اقرار نہیں کر سکتی تھی نا.....تم اسے خط لکھو.....'' جبران نے کہا

''خط اس زمانے میں.....؟''

''محبت بھی تو خطوں کے زمانے کا ہی جذبہ ہے نا؟ خط لکھو اور اس کے ہاتھ میں دے کر آؤ.....''

''پوسٹ مین کو نہ دے آؤں؟ یہ نا ہو جس ہاتھ سے دے کر آؤں وہ ہاتھ' ہاتھ ہی نہ رہے' اسے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے۔''

''افف.....کتنے بزدل ہو تم.....''

''افف.....کتنا.....ہاں بزدل ہی ہوں میں.....خط کو رئیر کر دیتا ہوں.....''

''یار اس کے ہوسٹل چلے جاؤ نا.....''

''وہاں اس کی فرینڈز بھی ہوں گی.....''

''تو؟''

''وہ سب مل کر میرا مذاق اڑائیں گی.....''

''تو کیا چارلی چپلن ہیں جو تیرا مذاق بنائیں گی اور ہنسیں گی.....''

''اگر وہاں کوئی پنجاب کی لڑکی ہوئی اور اس نے' جگت ماری دی کہ'' جا اوے کھوتیا ایں کی کھچ ماری او''.....تو فر.....؟''

''پھر ہوتا ہے ''فر'' نہیں.....تم اتنا کیوں سوچ رہے ہو.....؟''

میں رکا اور سوچا کہ ہاں میں اتنا سوچ کیوں رہا ہوں۔ میں نے پین اٹھایا اور خط لکھا اور اور اس کے ہوسٹل کی سمت چلا آیا۔

☆ ☆ ☆

جس وقت میرے دروازے پر دستک ہوئی' اس وقت ہم فرینڈز مل کر' ہارر موووی دیکھ رہی تھیں۔ چونکہ ہر لڑکی کو اپنے علاوہ دوسری لڑکی کا روم اچھا لگتا ہے تو ان پندرہ لڑکیوں کو اپنے علاوہ میرا یہ روم پسند تھا۔ کچھ یہ وجہ تھی اور زیادہ وجہ یہ تھی کہ جب ان کے کمروں میں کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تھا تو وہ ٹھونسنے کے لیے کسی کے بھی روم میں گھس جاتی تھیں۔ آج وہ ''کسی'' میں تھی۔

جب دستک دی گئی تو سب نے حیرت سے دروازے کی سمت دیکھا کہ یہ ہوسٹل کے اخلاقی اصولوں کی کون دھجیاں اڑا رہا ہے؟ اس طرف کون بدتہذیب' جاہل' عقل سے عاری کھڑا ہے جو دستک دے کر کمرے میں آنا چاہتا ہے؟

وہی جو.....اڑے اڑے رنگ لیے دہلیز پر کھڑا تھا.....اگر میری دوربین نگاہیں سہی تھیں تو وہ کانپ بھی رہا تھا.....

''یس.....؟ میں اس کی طرف بڑھی۔

اس نے مجھے اور پھر باقی سب کو دیکھا۔ ''سوری.....میرا خیال ہے میں غلط جگہ آ گیا ہوں۔''

وہ غلط جگہ نہیں' غلط وقت پر آیا تھا۔ جو سفید لفافہ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور جس پر میرا نام یہ بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا اور جس کے کنارے پر ایک چھوٹا سا دل بھی بنا ہوا تھا' وہ میرے دائیں' بائیں' سے جھانکتیں' دائیں سے بائیں جھولتیں نازنین کی نظروں سے چھپا نہیں رہ سکا تھا۔

یہ تو لیٹر نہیں.....شاید لو لیٹر؟'' لیزا نے جھٹ وہ لفافہ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

''پتا نہیں.....'' وہ ہکلایا

''اس پر پتا نہیں؟ تو لکھنا تھا نا پتا.....'' وہ شرارت سے مسکرائی اور باقی سب قہقہوں میں ہنہنائیں۔

''پتا نہیں جی کہ کیسے پتا لکھنا تھا جی.....''

وہ کچھ اتنی دھیمی آواز سے بڑبڑا رہا تھا کہ پندرہ بیس لڑکیاں ایک دوسرے کو شش شش کرتیں' اس کے منہ کے قریب جھک آئیں۔

''وہ مجھے ڈر بھی لگ رہا ہے جی.....''

''ہم سے.....'' لیزا چلائی.....اور باقی سب بھی.....

وہ چونکا.....ان سب کو دیکھا اور جیسے سرپٹ وہاں سے بھاگا.....

کچھ شور ہونے پر جب ہم سب نے کھڑکیوں سے سر نکال کر نیچے دیکھا تو وہ مین انٹرنس کی سیڑھیوں کے پاس گرا پڑا تھا.....ایسا گرتا پڑا.....رلتا ملتا.....انسان مجھے لیٹر لکھے گا.....وہ بھی لو.....

☆ ☆ ☆

لو اور وہ بھی اس سے..... مجھے ڈوب مرنا چاہیے تھا.....جس لڑکی کی وجہ سے میں کتنی ہی بار مرتے مرتے بچا تھا' میں دل ہی دل اس پر مرمٹا تھا..... یہ تو سنا تھا انسان بے غیرت ہوتے ہیں' یہ نہیں معلوم تھا کہ دل بھی بے غیرت ہوتے ہیں۔ نا اس دل کے پاس آنکھ کی شرم نہ' ماضی کی کیس ہسٹری پر شش و پنج۔ یہ سمجھتے سمجھتے کہ وہ دل ہی دل مجھ سے محبت کرنے لگی ہے' میں دل ہی دل اس سے محبت کرنے لگا تھا۔ اس پر آنے والا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا' دھول کی طرح اڑ گیا اور رہ گئی ''دل کی وہ دھڑکن' جو اس کا نام لینے لگی کہ اب سانس نہیں آتی' اس کی یاد آتی ہے۔

لیکن شہد کی مکھیوں کی طرح شہر کی لڑکیاں بھی کم ڈنگ نہیں مارتیں اور انسان ان کے جھتے سے ایسے گھبراتا ہے جیسے گیلے ہاتھ' مین سوئچ کو ہاتھ لگانے سے۔ تو جب میں نے اس کا کمرا شہد کی مکھیوں سے جھتا ہوا دیکھا تو میرے دماغ نے الارم بجانا شروع کر دیا۔ اور یہ الارم کچھ اتنی ذور سے بجا کہ وہ سب جو میری طرف دیکھ رہی تھیں مجھے دو دو سروں والی دکھائی دینے لگیں۔ پھر وہ دو سے تین' اور تین سے چھ سر والی ہو گئیں۔

اتنا ہجوم شہد کی مکھیوں کا.....ڈراونی سارنیاں.....

میں نے تیزی سے وہاں سے نکل جانا چاہا.....اتنی تیزی سے کہ میں ڈورمیٹ سے الجھ کر سڑک پر ڈھیر ہو گیا۔ پانچ منٹ بعد ہوش آیا تو وہ سب لڑکیاں مجھ پر جھکی ہوئی تھیں۔ تین چار تو سلیفیاں لے رہی تھیں۔

''لو لیٹر لے کر آئے ہو اور ایسے گیدڑوں کی طرح بھاگ رہے ہو.....شیر بنو.....''

اتنی ساری شیرنیوں میں تو اصل شیر بھی گیدڑ بن جاتا میں تو نیچرل گیدڑ تھا۔ (بقول دادی)

ذرا دُور مجھے وہ کھڑی نظر آئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے اٹھا کر کسی گٹر میں پھینک دے۔ ہاتھ میں پکڑے لیٹر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے' سڑک پر بچھی میری لاش پر پھینک کر وہ چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

اس کے ہاتھوں' آنکھ' ناک' کان' گردن' ہاتھ' پیر زخمی کروانے کے بعد میں نے دل بھی زخمی کروا ہی لیا تھا' تو اب پیچھے کیسے ہٹ سکتا تھا۔

میں ہفتے میں ایک بار اس کے ڈیپارٹمنٹ جانے لگا۔اس سے ہائے ہیلو کرنے کی کوشش کرتا تو وہ منہ بنا کر' تو کبھی پھیر کر چلی جاتی.....جاتی ہے تو جائے.....میں بھی زیادہ سے زیادہ جانے لگا.....اتنا کہ شہد کی مکھیوں نے مجھے چائے کافی آفر کرنا شروع کر دی۔میں اس حد تک کامیاب ہو گیا تھا تو میں نے اس سے ہائے ہیلو کرنا ہی چھوڑ دیا۔

اب میں جاتا' اس کی فرینڈز سے باتیں کرتا' اسے اگنور کرتا اور ہنستا مسکراتا ہوا واپس آ جاتا۔میں نے سنا ہے کہ دنیا میں ناقدری سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہوتی.....میں اسے یہی سزا دے رہا تھا.....

☆ ☆ ☆

اسے لگتا تھا کہ وہ مجھے اگنور کرے گا' مجھ سے ہائے ہیلو نہیں کرے گا تو میں اداس ہو جاؤں گی۔ڈسٹرب ہو کر چڑ چڑی ہو جاؤں گی.....ہونہہ.....

''شزا.....ایسے ٹیرس پر کیوں بیٹھی ہو؟''

''تو کیسے بیٹھوں؟ چیل کوا تو ہوں نہیں کہ ریلنگ سے جھول جاؤں.....''

''آج کل تم ہر ایک سے جھگڑنے کیوں لگی ہو.....؟''

''ہر ایک سے تمہارا کیا مطلب ہے.....؟''

''سارہ.....جینی.....اور.....

''ہاں تو مجھے ان کی منحوس شکلیں پسند نہیں.....ہر وقت ٹرٹر کرتی رہتی ہیں.....ہر ایک سے باتیں کرنے بیٹھ جاتی ہیں۔''

''ہر ایک سے تو نہیں' بس وہ احد سے ہی۔تم بھی اس سے باتیں کیا کرو نا' کیوں ایسے اداس اداس پھرتی رہتی ہو.....؟''

''اداس ہوں میرے دشمن.....زہر لگتا ہے مجھے وہ.....''

''حیرت ہے.....کل وہ بھی یہی کہہ رہا تھا.....''

''اچھا.....تو اس زہر کو اس نے لو لیٹر کیوں لکھا تھا.....''

''وہ تو تم نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا نا.....تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ لو لیٹر ہی تھا.....؟''

''ڈیئر شزا کے ساتھ ہارٹ بنا تھا۔''

''ڈیئر تو تمہیں میں بھی کہتی ہوں.....سویٹ ہارٹ بھی۔دل ول بنانے سے کیا ہوتا ہے۔''

''وہ بہت تیار ہو کر آیا تھا.....''

''یہ تو سراسر تمہاری خوش فہمی ہے.....ایسا بھی کوئی تیار نہیں تھا وہ.....''

''وہ روز میرے لیے کلاس میں آتا ہے..... سمجھیں.....؟''

''تم ناسمجھی کر رہی ہو..... وہ تمہارے لیے آتا تو تم سے بات نہ کرتا.....؟''

''اس نے کرنے کی کوشش کی تھی، میں نے ہی گھاس نہیں ڈالی.....''

''جواب وہ تمہیں نہیں ڈال رہا اور تم تلملا رہی ہو.....''

''شٹ اپ!''

اس نے مجھ سے ہائے ہیلو کرنا ترک کر دیا تھا تو ٹھیک ہے، پھاڑ میں جائے۔

☆ ☆ ☆

زخموں کا کیا ہے، مرہم لگاؤ ٹھیک ہو ہی جاتے ہیں۔ بس یہ دل کے زخم..... یہ دل کے درد..... یہ کہاں جاتے ہیں..... مجھے لیزا نے بتایا کہ وہ میرا نام بھی سننا پسند نہیں کرتی تو مجھے کچھ دیر کے لیے برا لگا لیکن عاشق اگر ڈھیٹ نہ ہو تو بس پھر اسے ڈوب مرنا چاہیے.....

میں تیار ہوا..... چاکلیٹس لیں اور اس کے ہوسٹل چلا گیا۔

''کیا لینے آئے ہو یہاں؟'' دروازہ کھولتے ہی وہ دھاڑی.....

''لینے نہیں دینے.....'' چاکلیٹس آگے کیں۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے..... سمجھے.....'' اترا کر اس نے گردن اٹھائی۔

''تمہیں نہیں لیزا کو..... وہ اپنے روم میں نہیں ہے..... یہاں ہے کیا وہ.....؟؟''

''ہاں میں یہیں ہوں.....'' ٹیرس سے لیزا چلائی، ہاتھ لہرا اور مجھے اندر آنے کے لیے کہا۔

جس وقت میں ٹیرس پر لیزا کے سامنے کرسی پر بیٹھ رہا تھا، اس وقت دروازہ دھاڑ سے بند کر کے وہ باہر کی طرف جا رہی تھی۔ مین ڈور پر رکھے دو گملوں میں سے ایک کو ٹھوکر مارنے کی غلطی کرتے، وہ اپنے پیر کے درد کو چھپاتے، سڑک پر بظاہر لاپرواہی سے چل رہی تھی لیکن میں اور اس کی تین فرینڈز اپنے اپنے کمرے کے ٹیرس پر کھڑے ہو کر دیکھ سکتے تھے کہ.....

اٹ ہرٹس..... کہ آپ کے لیے لو لیٹر لانا والا کسی اور کے لیے چاکلیٹس لے آئے تو .....دل کے دو نہیں دو سو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

میرے بیگ سے الجھ کر وہ زخمی ہو سکتا تھا تو مر بھی سکتا تھا لیکن وہ مرا نہیں۔ بلکہ میرا دل جلانے کے لیے زندہ رہا۔

''یہ اپنی چاکلیٹس اٹھاؤ اور اپنے کمرے میں جاؤ۔''

''سویٹ ہارٹ! ایک تم بھی لے لو.....''

''تمہارے لیے آئی ہے تم کھاؤ۔''

''تو تمہیں یہ افسوس ہے کہ یہ تمہارے لیے نہیں آئیں؟''

''میرے پاس پیسے ہیں.....میں مارکیٹ سے لے سکتی ہوں۔''

''مارکیٹ سے سب کچھ مل جاتا ہے.....بس دل نہیں ملتا ڈیئر! یہ چاکلیٹس بہت دل سے لائی گئیں ہیں.....''

''تو پھر اس دل کو اٹھاؤ اور دفعان ہو جاؤں یہاں سے.....''

''تمہارا غصہ تو ٹھنڈا ہونے میں نہیں آ رہا۔ جبکہ موسم کافی ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ دیکھو یہ ٹھیک ہے کہ وہ تمہیں لفٹ نہیں کروا رہا' تو اب تم اسے لفٹ دے دو.....''

''اسے الٹا نہ لٹکا دوں.....لفٹ میں.....''

''دل ہی دل تم اسے پسند کرنے لگی ہو نا؟''

''دل ہی دل میں اسے قتل کرنے کا پلان بنانے لگی ہوں.....''

''محبت سے قتل؟؟ ایسے گھائل کرو گی اسے؟''

''ایسے اسے اپنی زندگی سے فارغ کروں گی.....''

میری ہر فرینڈ جیسے میرے ہی خلاف ہو گئی تھی۔ آئے دن وہ اس کے ساتھ لنچ' کافی اور آوٹنگ کے لیے جانے لگی تھیں۔ پتا نہیں اس کے پاس کتنا مکھن تھا جو اس نے میری ہر فرینڈ کو لگا دیا تھا اور اب وہ سب ''بٹر برگر'' بنیں میری آنکھوں میں کھٹکنے لگی تھی۔

☆ ☆ ☆

اس لڑکی کا نام شزا نہ ہوتا تو شرارہ ہوتا۔ میری زندگی کے دامن پر آگ لگا کر' میرے دل کو محبت کی بھٹی میں جھونک کر وہ مجھے زخمی کرنے کے بعد کنگال کرنے پر تلی تھی۔ اس کی فرینڈز کے ساتھ کافی' لنچ بھگتاتے' بھگتاتے میری جیبیں خالی ہونے لگی تھیں۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ اس کا منہ اتنی دیر تک پھولا رہے گا کہ میری پھولی ہوئی جیبیں پھس ہونے لگیں گی۔ اب میں ان سے ملنے نہیں بھی جاتا تھا تو وہ خود آ جاتی تھیں۔ کوئی نہ کوئی پروگرام بنا لیتی تھیں۔

''آج کل شزا بلیک کلر بہت پہن رہی ہے۔'' ایک نے کہا

''تو؟'' میں نے پوچھا

''تو یہ کہ یہ اداسی کی نشانی ہے۔ وہ تمہیں مس کر رہی ہے.....''

مس شزا مسٹر احد کو مس کر رہی ہے۔'' میری خوشی ابھی نوک دل پر تھی کہ.....

''یہ تم نے کس نفسیاتی جرنل میں پڑھا ہے؟'' دوسری نے پہلی سے پوچھا

''تمہاری ڈئرای میں.....''

''شٹ اپ.....''

وہ دونوں آپس میں لڑنے لگیں اور میں اپنے آپ سے کہ کہاں پھنس گیا میں۔ اچھا بھلا سیدھا سادھا سے انسان تھا۔ اب نہ بھلا رہا' نہ سیدھا.....

آ میری کمر.....سردیوں میں درد کرتی ہے بہت.....

☆ ☆ ☆

شہر کے حالات خبر ہو گئے تھے یا ٹی وی والوں نے مجھ جیسی چڑیا دل لڑکیوں کو خوفزدہ کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا کہ ہوسٹل سے نوٹس ملنے لگے کہ رات کو غیر ضروری باہر نہ رہا جائے اور کسی اجنبی پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ ہفتہ دس دن تو سب نے اتنی زیادہ احتیاط کی تین لڑکیوں نے معصوم راہ گیروں کی ہیلوں سے پٹائی' دھلائی' صفائی کر دی اور دو نے اپنی جان کے بچاؤ کے لیے ممکنہ حد تک کچھ اتنی بلند و بالا چیخیں ماریں کہ بلند و بالا عمارتیں تک ہل کر رہ گئیں۔

اب جب آئے دن ایسی خبریں آ رہی تھیں تو مجھے بھی وارڈ روب میں پھینکا گیا بابا کا دیا اپنا بیگ نکال لینا پڑا۔ ایک سپرے کی بوتل لی' واش روم میں تین زبانوں میں ہیلپ ہیلپ کی چیخوں کی مشق کی.....فر.....میرا مطلب پھر کمرے میں اپنی چیخوں کی عمدگی اور فریکونسی کا دائرہ کار چیک کیا اور پورے تین منٹ تک حلق پھاڑ کر چلاتی رہی لیکن کوئی بھی لڑکی کمرے سے نکل کر میرے کمرے کی طرف نہیں آئی۔

کیا میں گونگی چیخیں مار رہی تھی.....

''کیوں ہم لڑکیوں کا نام ڈبونے پر تلی ہو.....تمہاری نازک چیخیں صرف پانچویں فلور تک جا سکی ہیں' کیا وجہ ہے کہ یہ ساتویں فلور کی سرزمین سے دُور رہی ہیں.....''

سینے پر ہاتھ باندھے' آنکھوں پر چشمہ لگائے' ہوسٹل کی سب سے پڑھاکو چینی لڑکی میرے سامنے کھڑی' میرے شان میں رب اللسان ہو رہی تھی۔

وجہ تو میں خود نہیں جانتی تھی شاید کمزوری ہو گئی تھی۔ اماں نے کتنی بار کہا کہ دیسی گھی کھایا کرو' طاقت آئے گی' لیکن میں نے بھی کھا کر نہیں دیا۔

''اگر کوئی چھپکلی' چوہا یا کاکروچ دیکھ ہی لیا ہے تو' سارے جنگل کو اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس جنگل میں ایسا کوئی ٹارزن نہیں رہتا جو تمہیں ان دیو ہیکل' خونخوار جانوروں کے چنگل سے آزاد کروائے۔ کوشش کر کے تم خود ہی کیوں نہیں شیر بن جاتیں؟''

''شیر.....؟؟''

''شیرنی بن کر گرج رہی ہو نا.....تو شیر بھی بن جاؤ.....کیا مشکل ہے؟''

مشکل یہ تھی کہ میں اندر سے کافی ڈر گئی تھی۔ بابا ٹھیک کہتے تھے ہنر کوئی بھی ہو کبھی نہ کبھی کام آ ہی جاتا ہے۔ میں نے بھی لاتیں' گھونسے مارنے کا ہنر سیکھ لیا ہوتا تو آج کام آتا۔

خاص کر اس رات جس رات بارش بھی ہو رہی تھی' بادل بھی گرج رہے تھے' اور دل بھی خوف سے بیٹھا جا رہا تھا اور اپنے عین پیچھے

چلتا ہوئی سیریل کلر بھی سامنے سائے کی صورت دکھائی دے رہا تھا کہ اپنے بیگ کے اسٹریپ میں ہاتھ ڈال کر میں پلٹی اور جتنی بھی طاقت' خوف کے ہاتھوں بچی رہ گئی تھی اسے زور بازو میں لا کر پیچھے والے کو ہٹ کیا اور.....

☆ ☆ ☆

اور جیسے الاسٹک کو دو لوگ پکڑ کر کھینچیں اور پھر چھوڑ دیں تو اس کے سیریل کلر بیگ کو پکڑ کر میں نے جھٹکے سے چھوڑ دیا۔ بادل زور سے گرجے' بجلی چمکی اور وہ دھڑام سے زمین پر جا گری۔ اس کا اپنا ہی بیگ اس کے منہ پر غلیل کی طرح لگا۔

گو بادل گرج رہے تھے لیکن بخدا اس کی چیخیں ان سب پر سبقت لے جا چکی تھیں۔ گرنے سے' بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے کچھ اس انداز میں ہیلپ ہیلپ کہا کہ سنگین سچویشن کے باجود میں خود کو قہقہہ لگانے سے روک نہیں پایا۔ یہ لڑکیاں بھی نا' پتا نہیں کون کون سی زبانیں سیکھ لیتی ہیں اور پھر خوف میں ساری زبانوں کو مکس کر دیتی ہیں۔ انگلش' اردو' فرنچ' میں اس نے جو کہا تھا اس پر شہر کی عوام کو ہنسایا تو جا سکتا تھا' مدد کے لیے بلایا نہیں۔

وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ گرنے کی وجہ سے ٹانگ کی ہڈی تڑوا بیٹھی تھی۔ ایسا اس کا کہنا تھا۔ ڈاکٹرز کا کہنا البتہ یہ تھا کہ اس کی ٹانگ ٹھیک ہے۔ لیکن وہ بضد تھی کہ ایکسرے وغیرہ کو اس کی ٹانگ کی ٹوٹی ہوئی ہڈی دکھائی نہیں دے رہی۔ وہ چلتی ہے تو ''کیڑچ کیڑچ'' کی آوازیں آتی ہیں۔ اب ایکسرے مشینیں اتنی ایڈوانس نہیں ہوئیں کہ کیڑچ کیڑچ کی آوازوں کا پتا لگا تیں۔ شاید اس کے کہنے کا مطلب تھا کہ کوئی بونا شونا اس کی ٹانگ کی ہڈی میں بیٹھا چپس کھا رہا ہے' جو ڈاکٹروں کی بے کار سی مشینوں کو دکھائی نہیں دے رہا۔

مجھے دکھائی دے رہا تھا..... کہ..... وہ کتنی بڑی ڈرامے باز ہے..... لیکن پھر بھی میں دو دن اس کی عیادت کے لیے جاتا رہا۔

☆ ☆ ☆

جب وہ دو دن عیادت کے لیے آ سکتا تھا تو ہفتے میں ایک بار تیس منٹ یا تیس سکینڈ کے لیے نہیں آ سکتا تھا؟ وہ اتنا خود غرض ہے اسی لیے میں اسے پسند نہیں کرتی۔ یعنی وہ کیا ثابت کرنا چاہتا ہے کہ میں خود اپنی وجہ سے زخمی ہوئی۔ اور جو اس نے کالا کوٹ' اور ہیٹ پہنا ہوا تھا۔ اور پھر وہ میرے عین پیچھے کیا کر رہا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ بھی جیب میں تھا۔ یقیناً اس کے ارادے نیک نہیں تھے۔ اور اگر نیک تھے ہی تو وہ پھر میری عیادت کے لیے کیوں نہیں آیا؟ پوائنٹ ہے یا نہیں؟

''آج بھی کوئی نہیں آیا؟''

ایک تو یہ منحوس لیزا کو عادت ہے کیلنڈر کے سامنے کھڑے ہو کر دائرے بنا بنا کر ایونٹ لکھنے کی۔ تین تاریخ پر اس نے ''شز اٹریجڈی، کیڑچ کیڑچ'' لکھا ہوا ہے اور سات تاریخ سے پندرہ تک ''وہ آج بھی نہیں آیا'' لکھا ہوا ہے۔

''میں تمہارے غلیظ چہرے پر تیزاب پھینک دوں گی لیزا!''

''کچھ تیزاب ماؤتھ واش کے طور پر بھی یوز کر لینا۔ اتنی گندی دوائیوں کی بدبو آتی ہے کہ جیسے ہی منہ کھولتی ہو' ناک بند کرنی پڑتی ہے۔''

میں نے کچھ اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارنا چاہا لیکن سامان تو میسر تھا لیکن ''ہاتھ'' نہیں۔ دونوں ہاتھ کہنی تک پلستر میں تھے۔ اگر بارش نہ ہو رہی ہوتی اور میں نے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو کر خود کو پیچھے نہ گرا دیا ہوتا تو ہاتھ زخموں سے مبرا ہوتے۔

''یہ تمہارے لیے پھول آئے ہیں۔'' جینی کمرے میں آئی۔

''کون دے کر گیا ہے؟''

لیزا نے چٹ پکڑی اور پڑھنے لگی۔ پھر بکے میرے سرہانے رکھ دیا۔ میں نے منہ پھیر لیا۔ پندرہ دن بعد یاد آیا تھا پھول بھیجنا۔ ہونہہ.....

''ڈس بین میں پھینک دو انہیں.....''

''اچھا.....لیکن کیوں.....؟''

''مجھے نہیں چاہیے اس منحوس انسان کے بھیجے ہوئے پھول.....''

''کس انسان کے؟''

''احد کے.....''

''یہ احد نے نہیں.....تمہاری جم انسٹرکٹر نے بھیجیں ہیں۔''

دیکھا' کیسا خودغرض انسان ہے وہ۔ میری بے عزتی پر بے عزتی کروا رہا ہے۔ وہ دونوں ہنس رہی ہیں اور میں بس رو دینے کو ہوں۔

☆ ☆ ☆

یونیورسٹی کے باغ سے پھول توڑ کر بکے ضرور بنایا' لیکن اسے گلاس میں ڈال کر' کھڑکی کے پاس رکھ کر' کافی مگ' اور کھلی کتاب کے ساتھ اپنی تصویر لے کر فیس بک پر پوسٹ کر دیا۔

ویسے میں اپنی کمنگی پر دل ہی دل کافی خوش تھا۔ اور کیوں خوش نہ ہوتا' کتنا رویا' کراہا' زخمایاں' گیا تھا میں۔ صرف اسی کی وجہ سے۔ اب یہ تو نہیں ہوسکتا تھا کہ میں ہر روز پانچ ڈالر خرچ کر کے' بکے لے کر اس کے پاس جاتا' اور اس کے پھولے ہوئے منہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کے گلدان میں لگا دیتا۔ اس مہنگائی کے دور میں' اتنی بڑی قربانی کون دیتا ہے۔ محبت اپنی جگہ لیکن بچت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ ویسے بھی میں ایسی محبت کے حق میں نہیں جو آپ کو کنگال کر دے۔ اگر وہ کھڑکی میں بیٹھ کر میری آمد کا انتظار کرتی ہے تو پھر کیا ہوا۔ میں نے بھی تو ڈینٹسٹ کے پاس بیٹھ کر اپنے آدھے ٹوٹے دانت کی جڑ نکلنے کا انتظار چلا چلا کر کیا تھا۔ اور پھر ایئرپورٹ کے پاکستانی ڈاکٹر نے تو مجھے سن کیے بغیر ہی سلائی کیا تھا کہ میں بس سن سن سنسنا ہی تو گیا تھا۔

کتنا کچھ سہا تھا میں نے.....اور وہ.....کھڑکی کے پاس بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہے.....وہ بھی گردن تانے' منہ پھلائے' ایگو سے دماغ بھرے۔ اس کی فرینڈز نے مجھے پھولوں والی بات سنائی تو میں بے اختیار ہنس دیا۔ پتا نہیں یہ لڑکیاں اتنی ضد کیوں کرتی ہے۔ ناک کو

اوپر اٹھا کر رکھتی ہیں کہ ناک' ناک نہیں رہتی مسٹر بین کی ناک میں بدل جاتی ہے۔

میں نے اس کے لیے ایمبولینس بلوائی' اسے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروایا۔اس کے روم میں اس کا حال چال پوچھنے گیا' فر بھی اس کا منہ پھولا رہا۔جبکہ وہ مجھے ایئرپورٹ پر اور پھر کاروں کی نمائش پر اکیلا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔اسی لیے میرا ماننا ہے کہ مرد کا ظرف بڑا ہوتا ہے۔ وہ معاف کر دیتا ہے اور دوستی کا ہاتھ آگے بڑھا دیتا ہے۔

☆ ☆ ☆

جس وقت مجھے ایمبولینس میں پٹخا جا رہا تھا اور میں تکلیف کی شدت سے کراہ رہی تھی تو وہ منہ چھپا کر ہنس رہا تھا۔اتنا چھوٹا ظرف ہے اس کا۔جس وقت مجھے روم میں شفٹ کیا گیا' اس وقت وہ نرس سے گپیں لڑ رہا تھا' کافی اور برگر کھا رہا تھا۔میں میڈیسن اور ڈرپ پر آ گئی تھی' اور وہ جیب سے چاکلیٹ نکال کر کھاتے ہوئے' کھڑکی میں کھڑا' سہانی بارش کو انجوائے کر رہا تھا۔جیسے پاکستان میں تو کبھی بارش ہوئی ہی نہیں تھی۔وہ تو صحرا میں رہتا رہا تھا۔گرجتے چمکتے بادل' ٹپ ٹپ پڑتی بوندیں اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھی تھیں۔عامر خان کی طرح وہ تو کرکٹ کھیل کھیل کر تھک گیا تھا لیکن ساون تھا کہ آ کر نہیں برس رہا تھا.....

''ویسے تم گری کیسے؟''

مجھے گرا کر وہ پوچھ رہا تھا.....اور.....اور زیر لب ہنس رہا تھا۔میرا ہونٹ تھوڑا سا زخمی تھا' بینڈ ایج لگی تھی' ڈاکٹر نے بات کرنے سے منع کیا تھا.....ورنہ میں آواز سے ہی نہیں' انداز سے بھی بتاتی کہ میں کیسے گرائی گئی تھی۔

''رات دس بجے' تم مسٹر مائیکل کی شاپ پر سموسے پکوڑے لینے گئی تھی؟ یا سموسے لے لیے تھے لیکن چٹنی لینا بھول گئی تھی؟''

''میں اس کی چٹنی کرنا کیسے بھولوں گی اب.....''

کھڑکی سے اپنا ''نظارہ برسات'' موخر کر کے وہ میرے بیڈ کے پاس آیا۔

''عجیب ہو تم لڑکیاں' ایمرجنسی میں بھی کہیں جانا ہو تو ہیل پہننا نہیں بھولتیں' مسکارا' کاجل' لپ گلوز.....میچنگ کوٹ' شرگ.....اتنا کچھ یاد رکھا تھا تو یہ بھی یاد رکھ لیتی کہ گرتے ہوئے اپنا توازن کیسے سنبھالتے ہیں۔اگر تم سڑک پر گرتی تو شاید اتنی زخمی نہ ہوتی' لیکن تم سڑک اور فٹ پاتھ پر آدھی آدھی گری.....اور.....پھر میری شکل دیکھتے ہی تمہیں کیا ہو جاتا ہے؟ کیوں اتنا بوکھلا جاتی ہو؟ ٹھیک ہے میں بہت ہینڈسم ہوں' مجھے اتنا نقصان پہنچانے کے باوجود تم میری خوبصورتی کا زیادہ کچھ نہیں بگاڑ سکی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنا احساس کمتری' ایسے بوکھلا کر ظاہر کرو.....

اور وہ تمہارا بیگ.....کل ملا کر یہی کوئی سولہ بینڈ ایج لگی ہیں تمہارے منہ پر.....جب وہ خنجر' اور تلواریں تمہاری کھال میں گھسی ہوں گی تب تمہیں معلوم ہوا ہوگا کہ لاہور کا ایئرپورٹ میری چیخوں سے کیوں گونج اٹھا تھا۔مجھے یاد ہے کہ جب میں نے گردن موڑ کر تمہیں دیکھا تھا تو تم شانے اچکا اچکا کر گارڈ کو لاپرواہی سے کچھ بتا رہی تھی اور بار بار اپنی نیل پالش چیک کر رہی تھیں۔

میں نیل پالش تو نہیں لگاتا' ورنہ میں بھی تمہارے گرنے پر یہی سب کرتا۔لیکن میں بہت زیادہ رحم دل انسان ہوں۔تمہاری طرح

میں وہاں تمہیں اکیلا چھوڑ کر بھی جا سکتا تھا لیکن میں تمہیں ہاسپٹل تک لایا۔اب اتنا کچھ کر لیا ہے تو یہ مت سمجھنا کہ میں تمہارے ڈیوز بھی بھروں گا۔اور وہ چیخیں.....کیا برانڈ چیخیں مارتی ہو یار تم.....مہنگی ہوں گی کافی ؟ ہے نا.....لمٹیڈ ایڈیشن ہو گا ان کا.....یا پھر ڈاون لوڈ کی تھیں.....کسی ویب سائٹ سے یا کسی بل میں منہ دے کر.....؟؟

میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے دفعان ہو جانے کے لیے کہا لیکن وہ کھڑکی میں کھڑا' لگان میرا مطلب بارش دیکھتا رہا۔کچھ دیر بعد باہر گیا اور ایک کپ کافی اور لے آیا۔اگر میرے ہاتھ پیر سلامت ہوتے' اور مجھ پر غنودگی طاری نہ ہو رہی ہوتی تو میں اس پر غشی طاری کر دیتی۔ٹھیک ہے میں وہ سب نہیں سیکھ سکی تھی جو بابا نے سیکھانا چاہا تھا لیکن ایسی گئی گزری بھی نہیں رہی تھی' کہ اسے مزا نہ چکھا سکتی۔

☆ ☆ ☆

میری زندگی ایسی گئی گزری بھی نہیں تھی کہ میں اس کے کمرے کی کھڑکی کی نیچے کھڑا ہو کر' ایک پھول ہونٹوں میں دبا کر' اسے دنیا کی خوب صورت ترین لڑکی ہونے کا احساس دلاتا رہتا۔ہاں البتہ اس کی کھڑکی کے نیچے سے گزر کر' لیزا کو آواز دے کر' میں کافی کے لیے ضرور بلایا کرتا تھا۔

بیمار لوگوں سے جو دوائیوں کی بو آتی ہے نا' وہ مجھے بہت ناگوار گزرتی ہے۔پھر وہ تو بیمار شیرنی تھی۔اس کے چمکتے ہوئے پنجے مجھے نیچے اتنی دور سے بھی نظر آ جاتے تھے۔

''اس کی آنکھوں کی گرمی' مجھے جھلسا رہی ہے.....'' آنکھ دبا کر میں نے لیزا سے کہا۔

ایک بار تو ایک موٹی سی فائل عین میرے سر سے کچھ انچ دور جا گری۔سر اٹھا کر دیکھا تو کھڑکی بند ہو چکی تھی۔میں زیر لب ہنس دیا۔تو وہ مجھے زخمی کر کے اپنی فرینڈز سے دور رکھنا چاہتی ہے۔کتنی معصوم اور بے ضرر تھی نا وہ۔

اگلی بار فائل کی جگہ ایک چھوٹا سا گملا آیا۔جسے میں نے کیچ کر لیا۔جو بھی تھا مجھے اس کی یہ ادا اچھی لگی۔میں نے گملے کو عزت سے اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھا اور اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔پانچویں بار دستک پر بھی ''کم ان'' نہیں کہا گیا تو میں خود ہی دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔

بیڈ پر نیم دراز وہ کتاب پڑھ رہی تھی.....دکھا تو وہ یہی رہی تھی.....

''یہ گملا تم نے مجھ پر پھینکا ہے؟''

میں اس کے عین سامنے جا کر کھڑا ہو گیا لیکن اس نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔یعنی وہ بہت زیادہ خفا تھی۔دادی کہتی ہیں لڑکیوں کے دل چڑیا جیسے ہوتے ہیں۔ننھے دل' بے چارے دل۔گو اس چڑیا دل نے مجھ شیر دل کو کافی نقصان پہنچایا تھا لیکن پھر بھی میں اس وقت یہ مان گیا کہ اس کی آنکھیں ڈبڈا چکی ہیں اور وہ انہیں مجھ سے چھپانے کی کوشش میں سر نہیں اٹھا رہی۔

''گملا مار کر اپنی یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی.....وہ بھی اتنی دور اُوپر سے.....ایسی حالت میں تم اٹھیں' ٹیرس تک گئیں' گملا اٹھایا' کتنی تکلیف ہوئی ہو گی نا.....اچھا چلو یہ لو گملا.....سامنے سے مار لو.....''

اس نے سر اٹھا کر مجھ دیکھا۔ آنکھیں تو اس کی خشک ہی تھیں لیکن یقیناً چڑیا دل رو رہا ہوگا۔

''ہاں یہ لو.....اگر تمہاری خوشی مجھے زخمی کرنے میں ہی ہے تو' ہو جاؤ خوش.....''

وہ ہوگئی خوش.....اس نے اپنی خوشی پوری کر لی اور.....اور شیر دل چلا اٹھا.....امی.....

☆ ☆ ☆

اور گملا میں نے اس کے سر پر دے مارا۔ اب ایک انسان ایسے درخواست کر رہا ہے' منت تک کرنے پر آ گیا ہے تو کیا میرا یہ فرض نہیں بنتا تھا کہ میں اس منگتے کی منت کو پورا کر دوں.....گملا چھوٹا تھا لیکن پتھر کا تھا.....جب اس کے سر پر پڑا تو گملا سلامت رہا لیکن اس کا سر.....س س.....وہ صرف سر نہ رہا.....

☆ ☆ ☆

سر سر نہ رہا اور سر قلم ہی ہو گیا۔ مجھے تو پھر سے سیدھے سیدھے ڈوب مرنا چاہیے نا۔ جب ایئر پورٹ سے زخم کھانے شروع کر دیئے تھے تو آگے کیسے دلا رملتا؟ دادی ٹھیک کہتی ہیں' گھر سے کھا کر نکلو تو آگے بھی کھانا ملتا۔ ایئر پورٹ پر شمشیریں ملیں تھیں تو یہاں گملا کیوں نہ ملتا؟

''تم سے کس نے کہا تھا کہ تم گملا اس کے حضور پیش کرو اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاؤ کہ آؤ شزا' کرو میرا قیمہ۔''

''مجھے کیا پتا تھا وہ مار ہی دے گی۔''

''اب پتا چل گیا نا.....اب جان چھوڑ دے اس ریڈ بیلٹ کی۔ اس سے پہلے کہ تیرا جسم تیری جان چھوڑ دے۔''

''منہ اچھا نہ ہو تو بات اچھی کر لیتے ہیں.....''

سامنے والے کا سر ایسا گومڑ و گومڑی ہوا ہو تو بات بھی سپرٹ' پینا ڈول جیسی ہی نکلتی ہے۔ اب تو نہیں جائے گا اس کے پاس؟''

''میں کیوں جاتا اس کے پاس؟ ایک اور گملا کھانے؟ ایک اور گومڑ لینے؟ وہ خود کو کیا سمجھ رہی تھی؟ کہ جب وہ سو کر اٹھتی ہے اور کھڑکی میں آتی ہے تو نیچے اس کے دیوانے دھکم پیل ہو رہے ہوتے ہیں۔ یا جب وہ سن گلاسز لگا کر' سر کو تھوڑا سا اٹھا کر سڑک پر چلتی ہے تو ٹریفک جام کر دیتی ہے؟ ورنہ اپنی ایک تصویر پوسٹ کرنے کی دیر ہوتی ہے اور سوشل میڈیا پر پکڑ دھکڑ مچ جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسے تو فرمائش پر بھی سبزی کے ساتھ دھنیہ مفت نہیں ملتا ہوگا۔ سبزی والے بھی اسے ہاتھ پر چپٹی مار کر بھا گا دیتے ہوں گے۔

وہ سمجھتی کیا ہے خود کو؟ ہونہہ.....

☆ ☆ ☆

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب میں نے گملا اس کی فرمائش پر اس کے سر پر دے مارا تو میری فرینڈز سمیت' وہ خود بھی کیوں منہ سوجھا کر بیٹھا ہے۔ میرا قصور ہی کیا ہے؟ میں نے آج تک اسے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ جو کچھ ہوا' جب ہوا' وہ اتفاق سے ہوا۔ جتنے بھی

حادثے ہوئے' وہ اتفاق رائے' یعنی بغیر جانے بوجھے ہوئے۔ پھر بھی میری فرینڈز مجھے زلیل کرتی ہیں۔ طنز کرتی ہیں۔

مجبوراً مجھے اسے سوری کہنا پڑا۔ پھولوں کے ساتھ میں نے اسے سوری لکھ کر بھیج دیا۔ گو یہ سوری میری دل پر کسی بوجھ کی طرح پڑا رہا لیکن کچھ کام دل پر پتھر رکھ کر کرنے ہی پڑتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

پتھر سے سر پر گومڑ پڑا ہوا اور پھر سوری آئے..... پھولوں کے ساتھ..... چار ہفتے اور تین دن کے بعد..... پیشانی پر گومڑ بیٹھ چکا تھا' لیکن ایسے گم گشتہ سوری کی آمد پر وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے غیرت دلائی۔ "خبردار جو یہ سوری قبول کیا تو۔"

اگلے ہی کوریئر سے میں نے پھول اور سوری اسے واپس بھجوا دیا۔

"دوبارہ اپنی شکل نہ دکھانا..... کسی بھی زریعے سے....."

اس کے سوری کے نیچے میں نے لکھ دیا۔ ٹھیک ہے مجنوں نے بھاگ بھاگ کر لیلی کے لیے صحرا پار کیا ہوگا' فرہاد نے نہر نکالی ہوگی' رانجھے نے چاکری کی ہوگی لیکن ہم یہ سب کیوں کریں؟ وہ سب تو دیوانے تھے' مجھے کیا ضرورت تھی خواہ مخواہ اتنا مستانے کی۔

اگلے دن اس کا رقعہ موصول ہو گیا۔

"پھول کیوں واپس کیے؟ پیسے دوان پھولوں کے؟ اور کوریئر سروس کے بھی۔"

اب ایسی لڑکی کے لیے میں کیا دودھ کی نہر نکالوں جو' مجھ سے پائی پائی کا حساب لے رہی تھی۔

میں نے پیسے دے دیئے۔ لیکن پیسے بھی واپس آ گئے۔

"یہ کم ہیں' پورے کر کے دو۔"

"بل بھیج دو....."

اس نے رسیدیں بھیج دیں۔ یہی کوئی آدھا ڈالر کم تھا۔ وہ آدھا ڈالر پورا کر کے میں نے بھیج دیا۔

"زیادہ پیسوں کی شو مارنے کی ضرورت نہیں شوخے۔ امیر ہو گے تو اپنے گھر' یہ رکھو اپنے بقایا پیسے۔"

"پچاس سینٹ میرے منہ پر مارنے کے لیے' پانچ ڈالر بس کے کرایہ جتنا پیدل چل کر آئی ہو۔"

"ہاں..... عزت نفس بھی کوئی چیز ہوتی ہے....."

"عزت نفس اتنی ہی پیاری ہے تو پھولوں کے پیسے کیوں لیے؟ میں نے کہا تھا مجھے پھول بھیجو۔"

"اگر بھیج دیے تھے تو کسی گملے میں لگا لیتے..... واپس کیوں بھیجیں..... اب بھگتو....."

"دو سال سے تمہارے بھگت تو رہا ہوں۔ پتا نہیں کس کا منہ دیکھ کر ایئر پورٹ کے لیے نکلا تھا کہ آفتیں' بلائیں' چڑیلیں..... یعنی جھمیلے ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے۔"

"تو کس نے کہا تھا اپنی شکل دیکھ کر نکلو۔ بات کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ کیا میں سمجھتی نہیں۔ یہ ٹرکس

اب پرانے ہو چکے ہیں۔''

''تو جو نیا ہے وہ کر لیتا ہوں.....وہ سامنے دیکھ رہی ہو.....اسے دروازہ کہتے ہیں.....''

''یہ میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو اسے بیگ کہتے ہیں.....''

ہاں اب وہ اپنا بیگ ہمہ وقت لے کر گھومتی ہے۔ میں کوئی ڈراور اتو نہیں تھا لیکن بس میں نے لڑائی کو طول دیا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے بھی لڑکیوں سے کیا لڑنا۔ آخر ایک دن سب کی طرح وہ بھی مر ہی جائیں گی۔ بلکہ شاید کچھ پہلے ہی مر جائیں۔ مرنے والوں سے کیسی دشمنی۔

☆ ☆ ☆

''تم بدھو ہو یا دیوانے؟''

''میں تو بس سیانا ہوں..... کیوں؟

''کیونکہ تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکے کہ وہ تمہیں پچاس سینٹ واپس کرنے نہیں آئی تھی۔''

''وہ یہی واپس کرنے آئی تھی.....اس نے ایسے میرے سامنے پھینکے.....ایسے..... سچی.....''

''او سچ جاننے والے جھوٹے.....وہ جو بار بار پیسے لینے' پیسے دینے آ رہی تھی تو وہ دراصل پیسوں کے لیے نہیں تمہارے لیے آ رہی تھی.....تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکے.....''

میں اتنی سی بات کیسے سمجھتا' جب میرے سر پر' میرے دماغ کے قریب و جوار میں ارفع و اعلیٰ اقسام کی' نادر و نایاب چوٹیں لگ چکی تھیں تو میں کیسے سمجھتا۔

''تمہارا مطلب ہے وہ مجھ سے ملنے آ رہی تھی.....''

جبران نے اپنی فائل میرے سر پر دے ماری' اور چلا گیا۔ میں بھی چلا گیا.....اس کے ہوسٹل.....شام تھی اور سناٹا بھی۔ وہ شاید ابھی ابھی یونیورسٹی سے واپس آئی تھی۔ ٹیرس پر بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ اب چونکہ اس کے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا' اور کافی ہوتی بھی گرم ہے تو میں واپس لوٹ آیا۔ جبران کیا کیا ہے' کچھ بھی سمجھ لیتا ہے۔

رات بھر مجھے نیند نہیں آئی۔ اس کی یاد میں نہیں' بلکہ ان کراہوں سے جو وہ مجھے دیتی رہی تھی۔

اگلے دن میں اس کی کلاس میں گیا اور پچاس سینٹ کا سکہ اس کے سامنے دے مارا۔

''یہ پکڑو یہ چل نہیں رہا۔''

''چلے گا کیسے.....اس کے پیر ہی نہیں ہیں.....''

''کیوں اسے بھی تم نے لنگڑا کیا ہے؟''

وہ سیٹ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ''یا اپنے الفاظ بدل لو یا انداز.....سمجھے.....مجھے عادت نہیں ایسے لہجے سننے کی۔''

''مجھے تو بہت عادت تھی نا' تلواریں اور گھوڑے کے نعل کھانے کی.....''

''وہ تمہارا نصیب تھا.....''

''وہ میرا نصیب تھا.....تو تم بھی بن جاؤ.....''

موٹی سی کتاب کو اس نے مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ گو میں ڈرا نہیں لیکن ایک قدم پیچھے ہٹ گیا.....چار قدم.....چھ.....

''یہ پچاس سینٹ لو اور بدل کے دو.....'' یہی کوئی اس سے دس قدم دور ہو کر میں نے کہا

اس نے سکے کو اپنے ہاتھ میں لیا' اور بیگ میں رکھا اور نیا سکہ نکال کر ٹیبل پر ضرور سے دے مارا

''یہ لو اور دوبارہ اپنی شکل نہ دکھانا.....''

مجھے کیا ضرورت تھی اسے دوبارہ اپنی شکل دکھانے کی۔ میں نے اپنا سکہ لیا' اور.....اور.....

☆ ☆ ☆

ابھی وہ کلاس سے باہر نکلا ہی تھا کہ میں نے تیزی سے سکہ بیگ سے واپس باہر نکالا۔ مجھے ایکدم سے یاد آیا کہ اس میں کچھ غیر معمولی پن تھا۔

سکے کے ایک طرف شزا اور دوسری طرف احد لکھا تھا۔ جب میں تیزی سے اس کے پیچھے چلتی ہوئی گئی تو وہ کچھ گنگنا رہا تھا اور میرے دیئے سکے کو ہوا میں اچھال رہا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' میں نے سکہ اس کے سامنے کیا

''شزا اور احد.....میں نے اس پر ہم دونوں کا نام لکھ دیا ہے.....''

''کیوں؟''

''کیونکہ میرا تو دور دور تک کوئی عظیم کارنامہ سرانجام دینے کا پروگرام نہیں کہ میرا نام کسی سکے پر کندہ ہو۔ تمہارا ارادہ ہوا ابھی تو بھی تمہارے نصیب میں یہ سب نہیں ہوگا۔ اس لیے لکھ دیا۔''

اب کوئی انسان آگے سے ایسے فلسفے چھاڑے تو کوئی کیا کرے.....

☆ ☆ ☆

وہ اتنے غصے میں چلتی ہوئی میرے پاس آئی تھی کہ میں چاہ کر بھی نہیں کہہ سکا کہ لوگ پرپوز کرتے ہیں تو رنگ دیتے ہیں' میں سکہ دے رہا ہوں۔ وہ بھی پچاس سینٹ کا.....وہ بھی امریکی.....وہ بھی امریکا میں کھڑے ہو کر.....

''بس کیا کروں' بچپن میں' مجھے چڑیا کا روسٹ کھانے کا بہت شوق تھا۔ کھایا بھی تھا.....اسی لیے.....بس.....میرا دل.....''

''سنو شزا!''

''میں نے کچھ اتنی بلند آواز سے کہا کہ سب چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ کچھ دور اس کی فرینڈز بھی کھڑی تھیں۔ وہ زیر لب مسکرا

دیں۔

''کیا ہے.....''مس شنز اپلٹ کر مجھے دیکھنے لگیں

''اس سکے پر میں نے ہمارا نام اس لیے لکھا تھا کیونکہ میرے پاس رنگ خریدنے کے لیے پیسے نہیں تھے.....''

''وہ حیرت سے مجھے دیکھنے لگی،''کیا تم پاگل ہو.....'' کچھ دیر بعد وہ یہ کہہ سکی

''ہاں.....ہو تو چکا ہوں.....جب سے تمہارے ہاتھوں زخمی ہونے لگا ہوں.....''

میں نے دل پر ہاتھ رکھ لیا اور تھوڑا سا جھک گیا۔ مجھے دیکھ کر سب ہنس دیئے۔

''بند کرو اپنا یہ ڈرامہ.....''

''ٹھیک ہے ڈرامہ بند کر دیتا ہوں.....فلم شروع کر دیتا ہوں.....ہیروئن بنو گی میری؟''

میں نے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا' تھوڑا سا لہرایا اور مسکرا دیا۔

''تم اب ولن تو بن سکتے ہو لیکن ہیرو نہیں.....''

اپنی مسکراہٹ کو روکنے کی اس نے کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ سکے کو اس نے اپنی ہتھیلی پر رکھا' اور پھر مٹھی بند کر لی۔

''بدلے میں تم مجھے اپنا وہ بیگ دے دو۔''

''ہاں کیوں نہیں.....''

چار قدم دور سے ہی اس نے اپنا بیگ پوری قوت سے میری طرف اچھال دیا.....اور.....اور.....

میں بچ گیا' ضروری نہیں کہ ہر بار میرے ساتھ سب برا ہی ہو۔ جو اچھا تھا وہ میرے سامنے کھڑا تھا' اور جو برا تھا وہ میرے بازو سے لٹک رہا تھا۔

''جیسے میں یہ سکہ سنبھال کر رکھوں گی تم بھی اس بیگ کو سنبھال کر رکھنا۔''

اس کی آواز میں اتنی نرمی بھی تھی' مجھے آج پتا چلا تھا' لیکن اسے یہ نہیں پتا چل پائے گا کہ اس بیگ کی قسمت میں کیا لکھا جائے گا۔ اس سے اپنے زخموں کا بدلہ لے لوں یا یادگار کے طور پر سنبھال کر رکھ لوں؟ آپ کیا کہتے ہیں؟

☆ ☆ ☆